حضرت محمد ﷺ اور رفاہی کام

مولانا امیر الدین مہر☆

نبی اکرم ﷺ تمام جہانوں اور جہان والوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے، آپ ﷺ کی رحمت عمیمہ اور وسیعہ سے نہ صرف انسان مستفید اور بہرہ ور ہوئے بلکہ تمام حیوانات، نباتات اور جمادات تک نے رحمت کا حصہ پایا۔

جمادات کے استفادے کا مشاہدہ اس حدیث مبارک سے کیجئے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ راستے کا حق ادا کرو، لوگوں نے پوچھا کہ راستے کے حقوق کونسے ہیں؟ تو آپ نے راستے کے حقوق ارشاد فرمائے۔ ان حقوق پرغور کیا جائے تو ایک اسلامی راستے (راہ) کی پاکیزگی، کشادگی، صفائی، سنجیدگی اور امنیت کا نقشہ سامنے آتا ہے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ آپ نے اپنی رحمت کس قدر عام کی اور اس کا پرتو کہاں کہاں پہنچا اور کس قدر پہنچا۔

اس مضمون میں آپ کے ان ارشادات کو عام کیا جارہا ہے جو آپ نے رفاہ عامہ اور خدمت خلق اور شفقت ورحمت علی الخلق کے سلسلے میں بیان فرمائے، اس سے اس موضوع کی ابتدائی جھلک اور منظر سامنے آئے گا۔ بس مشتے نمونہ از خروارے ہے۔

قارئین کرام، علمائے عظام اور دانشوران اسلام سے گزارش ہے کہ احقر کی کوتاہیوں اور سہو سے واقف فرمائیں اور مزید اس سلسلے میں رہنمائی کریں تاکہ مزید کچھ پہلو پیش کئے جائیں۔ مجھے امید ہے کہ میری گزارشات قبول ہوں گی۔

۱۔ خدمت خلق کا وسیع تصور

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو نیک عمل کے لئے ایک وسیع نظام بنا کر دیا ہے۔ جس میں حقوق اللہ،

☆ نگراں دعوۃ ریجنل سینٹر۔ کراچی

حقوق العباد اور حقوق النفس کے کئی پہلو آ جاتے ہیں، تاہم ان کا آخری نقطہ یہ ہے کہ انسان اگر نیکی نہ کر سکے تو کم از کم برائی تو نہ کرے اور اپنے اعمال نامے کو برائیوں سے پاک رکھے، یہ بھی اس کے لئے کامیابی ہے، شاعر نے کیا خوب لکھا ہے:

قوت نیکی نداری بد مکن
بر وجود خود ستم بے حد مکن

اگر تم نیکی کی طاقت نہیں رکھتے تو برائی تو نہ کرو اور اپنے ناتواں وجود پر ظلم تو نہ کرو۔

اس مضمون کی ایک حدیث مبارک ملاحظہ کریں:

عن ابی موسٰی الاشعری قال النبی ﷺ علی کل مسلم صدقة، قالوا یا رسول الله ارئیت ان لم یجد؟ قال یعمل بیده فینفع نفسه و یتصدق، قالوا ارئیت ان لم یستطع قال یعین ذا الحاجة الملهوف قالو ارئیت ان لم یفعل؟ قال یأمر بالمعروف قالوا رئیت ان لم یفعل؟ قال یمسک عن الشر فانها له صدقة (۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ایک مسلمان پر صدقہ (نیکی کرنا لازم) ہے، انہوں (صحابہ) نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو یہ نہیں پاتا؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے جس سے اپنی ذات کو نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، انہوں نے پھر پوچھا کہ وہ اگر یہ نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: کسی مجبور حاجت مند کی مدد کرے، انہوں نے پوچھا کہ وہ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: وہ نیکی کا حکم دے۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: وہ برائی سے رک جائے یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔

ہر شخص کا نیکی و بھلائی کے کام کرنے اور مالی صدقات کرنے کا دل چاہتا ہے، پھر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور رفاہی و سماجی کام کرنے کی خواہش ہوتی ہے، کہ اس کے پاس مادی یا جسمانی وسائل ہوتے تو وہ کوئی چیز کا کام کرتا۔ ایسے لوگوں کے لئے آپ ﷺ نے نیکی کے کام کرنے کے ایسے طریقے بتائے ہیں کہ جن کے کرنے سے ویسا ہی اجر و ثواب ملتا ہے، اور صدقہ کرنے کی خواہش پوری ہو جاتی ہے۔

حدیث زیر مطالعہ میں نبی اکرم ﷺ نے صدقہ (نیکی) کرنے کی پانچ ایسی صورتیں بیان کی جو ایک دوسرے کی متبادل ہیں اور دوسرے پہلو سے اپنی جگہ پر بڑی نیکیاں اجر وثواب کا باعث اور خدمت خلق کے کام ہیں۔ لہٰذا انسان ان میں سے جو نیکی بھی کر سکتا ہے وہ کرے، اس حدیث مبارکہ سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ کسی ایک نیکی کے کام یا عمل کو اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ وہ نہ ہو سکے تو دوسرا اختیار کر لے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تیسرا اپنا لے، اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ان میں سے جو کام کر سکتا ہے وہ ضرور کرے اور اپنے لئے اجر کمائے اور آخرت کا توشہ بنائے۔

صدقے کا کلمہ صدق اور صداقت (سچائی) سے نکلا ہے، جس کے مفہوم میں یہ بات خود بخود شامل ہے کہ ان میں سے جو کام کرے سچائی کے جذبے و نیت اور جائز طریقے سے کرے، اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خواہش اپنی ذمہ داری پوری کرنا اور انسانوں کی خدمت کرنا ہو۔

یہی وہ بنیادی فرق ہے جو عام این جی اوز (خدمت گزار اور اصلاحی تنظیموں) اور مسلم این جی اوز میں نمایاں ہے، ایک مومن جو کام بھی کرے گا اس میں اللہ کی رضا و خوشنودی، ذمے داری پوری کرنے اور اپنے لئے اجر چاہنے کی نیت سے کرے گا۔ اس فرق کی وجہ سے ایک مسلم کا رفاہی کام دوسرے فریقوں سے اعلیٰ و اکمل اور ممتاز ہے اس کے برخلاف دوسرے لوگ مختلف مقاصد، اغراض اور جذبے رکھتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے ایک خاص بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو بھی نیکی کا کام کرے وہ جائز اور حلال طریقے سے کمائے ہوئے رزق سے کرے۔ اسلام کسی صورت میں ایسی نیکی، صدقہ اور رفاہی کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی اسے پسند کرتا ہے اور نہ ہی اس پر اجر وثواب دیتا ہے جس میں ناجائز وحرام سے کمائے ہوئے مال سے خرچ کیا جائے یا اس کام میں ناجائز عمل شامل ہو، جیسے کوئی شخص رشوت، سود یا دھوکے سے کمائے ہوئے مال سے صدقہ خیرات کرے یا کسی کا حق غصب کر کے یا کسی ایک سے زیادتی کر کے دوسرے کی خدمت یا رفاہی کام کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

و لا صدقة من غلول۔ (۲)

دھوکے سے حاصل کئے ہوئے مال پر صدقہ قبول نہیں ہوگا۔

غلول (دھوکے) سے ہر وہ مال مراد ہے جو حرام اور ناجائز طریقے سے حاصل کیا ہوا ہو۔

مذکورہ بالا حدیث میں ان **یعمل بیدہ** کے الفاظ آئے ہیں، اسی طرح کے الفاظ ایک اور حدیث میں ہیں، مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ما اکل احد طعاما قط خیراً من ان یأکل من عمل یدہ و ان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یأکل من عمل یدہ (۳)

اور عمل الید کے ظاہری معنیٰ تو ہاتھ کی کمائی یعنی ہاتھ پاؤں چلا کر کمانا ہے، لیکن الفاظ عمومیت کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے مراد محنت کر کے، منصوبہ بنا کر، جدو جہد کر کے اور جائز طریقے سے کمائی کرنا ہے۔

یہاں پہلی بات یہ بتائی گئی کہ اگر کسی شخص کا دل مالی انفاق کرنے، مال خرچ کرنے اور کسی کی مالی امداد کرنے کو چاہتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص محنت کرے، جائز مال کمائے اور انفاق کرے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے جائز مال نہیں کما سکتا تو اسے چاہئے کہ وہ مصیبت کے مارے ہوئے لوگوں اور مصیبت میں گھرے ہوئے لوگوں کی مدد کرے، ان کا ہاتھ تھامے، انہیں ظلم و زیادتی سے بچائے، ان کی رہنمائی کرے، انصاف کے مقامات تک ان کو پہنچائے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں، اس کا ابتدائی درجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی ہمت باندھے، درخواست لکھ کر دے اور جس طرح ہو سکے ان کی مدد کرے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یہ دوسرا کام جو خدمت خلق کا اعلیٰ ترین کام ہے، نہیں کر سکتا تو اسے چاہئے کہ امر بالمعروف (نیکی کا حکم کرے) یعنی نیکی کی اشاعت کرے، دعوت و تبلیغ کا کام کرے، جہاں اس کا بس چلے وہاں اپنی طاقت سے نیکی پھیلائے جیسے اس کے اپنے اہل خانہ مثلاً بیوی، بچے اور دیگر زیردست ہیں ان میں نیکی کو فروغ دے۔ امر بالمعروف کرنا اس امت کے ہر فرد کی ذمے داری ہے اس ذمے داری کا لازم ہونا قرآن مجید کی آیات اور متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، نیز اس حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے لہٰذا ہر مسلمان کو یہ ذمے داری پوری کرنی چاہئے۔

لیکن کوئی شخص یہ کام بھی نہیں سرانجام دے سکتا تو اسے چاہئے کہ برائی سے رک جائے، یہ بھی اس کا صدقہ کرنا ہی ہے، کیونکہ اس طرح وہ اپنی ذات پر ظلم تو نہیں کرے گا اور کم از کم برائی کرنے سے تو بچا رہے گا۔

فراغت کا وقت اور فرصت کی عمر جب کہ بڑھاپے کی وجہ سے آدمی فارغ ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں انسان اپنے ساتھیوں اور ہم عمروں کے ساتھ بیٹھ کر کسی کے عیب نکالے گا، کسی کی غیبت کرے گا، لوگوں کی برائیاں بیان کرے گا، کسی کو برے لقب سے پکارے گا اور کسی کی بدخواہی کرے گا۔ اس طرح ایک

طرف وہ اپنے اوپر ظلم کا مرتکب ہوگا تو دوسری طرف اپنے مسلمان بھائی کی حق تلفی کرے گا۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ برائی سے رک جائے، یہ بھی اس کا صدقہ کرنا ہے۔

اس حدیث مبارک میں جو افعال و اعمال کی صورتیں اور متبادل صورتیں بیان کی گئیں وہ تمام کی تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہیں، اس سے اسلام کے مزاج اور نظام کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دین انفرادیت، رہبانیت، تنہائی پسندی اور گوشہ نشینی کا دین نہیں ہے بلکہ یہ تو معاشرتی اصلاح، اس کی تعمیر و ترقی کا دین ہے، یہ انفرادی اصلاح اور خدمت خلق کا دین ہے۔

۲۔ رفاہی کاموں میں چھوٹی چھوٹی نیکیوں کی اہمیت

ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں دوسرے انسانوں کی خدمت کروں، ان کو سکھ پہنچاؤں اور ان کی تکالیف دور کروں۔ یہ کیفیت دراصل انسان کی فطرت ہے اور اس کے مطابق یہ خواہش ہے، لیکن عام انسانوں کا نیکی کے بارے میں تصور اور ہے، آپ ﷺ نے اس خواہش اور مؤمن ہونے کی حیثیت سے اس پر عمل کرنے کی تمنا کو سامنے رکھ کر بیان کیا ہے کہ ہر انسان جب وہ اٹھتا ہے تو اس پر صدقہ کرنا لازم ہو جاتا ہے، یہ صدقہ ادا کرنے کے کئی طریقے اور کئی راہیں ہیں۔ لہٰذا جو طریقہ اور راستہ اس کے مناسب حال ہو وہ اختیار کر لے، اس طرح وہ بھی نیکی کرنے والوں میں شامل ہو جائے گا اور اجر و ثواب کا مستحق ہوگا، اس سلسلے میں حدیث کا مطالعہ کریں:

۲۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ كل سلامى من الناس عليه صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس يعدل بين الاثنين صدقة، ويعين الرجل على دابته فيحمل عليها اويرفع عليها متاعه صدقة والكلمة الطيبة صدقة وكل خطوة يخطوها الى الصلٰوة صدقة و يميط الاذى عن الطريق صدقة (۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو لوگوں کے ہر عضو (جوڑ) پر صدقہ لازم ہو جاتا ہے (اس کی ادائیگی کی بعض صورتیں یہ ہیں) تم دو آدمیوں کے درمیان عدل و انصاف کرو یہ صدقہ ہے، تم کسی آدمی کو اس کی سواری پر بٹھانے میں مدد کرو یا سواری پر اس کا سامان اٹھا کر دو یہ صدقہ

ہے، کسی سے پاکیزہ (میٹھی) بات کرو یہ صدقہ ہے، نماز کے لئے جو قدم بھی اٹھا کر جاؤ یہ صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹاؤ یہ صدقہ ہے۔

آپ ﷺ نے جو نیکی کے طریقے بتائے وہ سب اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اور انسان کو اجر و ثواب کا مستحق بنانے والے ہیں، اب اسے اپنے بارے میں سوچ کر فیصلہ کرنا چاہئے کہ میں کون سا کام کر سکتا ہوں۔

(۱) دو انسانوں کے درمیان انصاف کرنا

ان کے اختلافات کو ختم کرنا، اور کوئی شخص دوسرے پر زیادتی کر رہا ہو تو اسے روکنا بڑی نیکی ہے، عدل و انصاف کرنا یہ اعلیٰ عمل ہے جس کے سرانجام دینے کی آپ ﷺ کو تاکید کی گئی اور آپ کی طرف سے اعلان کرایا گیا کہ میں عدل قائم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ ارشاد باری ہے:

وَ اُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَیۡنَکُمۡ (۵)

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔

آیہ کریمہ کے اس حصے کا مقصد یہ ہے کہ میں ان ساری گروہ بندیوں سے الگ رہ کر بے لاگ انصاف کرنے کا مامور ہوں، میں جس حق کو تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اس میں کسی کے لئے بھی کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ سب کے لئے یکساں ہے اور یہ کہ میں دنیا میں عدل قائم کرنے پر مامور ہوں، دو افراد کے درمیان کسی کے لئے بھی کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ سب کے لئے یکساں ہے اور یہ کہ میں دنیا میں عدل قائم کرنے پر مامور ہوں۔ دو افراد کے درمیان عدل کرنا اور عدل کا نظام قائم کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دنیا میں عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی نیکی کا کام کر رہے ہیں اور اجر و ثواب کما رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان صلح کرانا، انصاف کی بات کہنا اور دو انسانوں کو باہم شیر و شکر کرنا بڑی نیکی ہے۔

(۲) کسی کی سواری پر بٹھانا

پرانے زمانے میں اونٹ کو بٹھا کر ایک فرد اسے پکڑے رکھتا تھا تاکہ اٹھنے میں جلدی نہ کرے یا فوراً کھڑا نہ ہو جائے یا کوئی معذور ہے تو اسے سہارا دے کر سواری پر سوار کرنا یا اس کا سامان اونٹ، گھوڑے، گدھے، یا گاڑی پر لدوانا یا اس کی سواری کھڑی ہے تو اسے سامان اٹھا کر پکڑانا۔ آج کے دور میں گاڑی، بس، ٹرک یا دوسری سواری پر کسی کمزور ضعیف اور عمر رسیدہ کو سوار کرنا یا اس کا سامان اٹھا کر اوپر رکھنا نیکی اور

صدقہ ہے۔ اسی طرح کسی کو اپنی سواری پر لفٹ دینا اور بٹھانا اس میں داخل ہے، اگر چہ یہ معمولی کام معلوم ہوتا ہے اور دنیاوی کام معلوم ہوتا ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے اسے صدقہ قرار دیا ہے اور تقابل کر کے بتایا کہ جس طرح نماز باجماعت کے لئے مسجد کی طرف جانا نیکی ہے اسی طرح یہ بھی نیکی کا کام ہے، جس طرح مسجد کی طرف قدم اٹھانے سے ثواب ملتا ہے اسی طرح ان کاموں میں بھی اجر وثواب ملتا ہے۔

(۳) پاکیزہ بول

اچھا بول، اور مفید بات اپنے مسلمان بھائی سے یا کسی انسان سے کہنا نیکی ہے، خوش خلقی سے ملنا، میٹھے بول بولنا مومن کے اوصاف میں سے ہے، ایک دوسری حدیث میں ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نیکی کے کسی کام کو ہرگز حقیر (کمتر) نہ سمجھو، اگر چہ اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے ملو۔ (۶)

امام مسلم رحمہ اللہ نے خوش خلقی اور خوش روئی سے ملنے کو مستحب بتایا ہے، آج جدید دور تہذیب میں کہا یہ جاتا ہے کہ مرد وعورت جس شخص سے بھی ملیں مسکرا کر ملیں اور بات کریں، جب کہ اسلام نے روز اول سے ہی خوش روئی، خوش خلقی اور مسکرا کر ملنے کی تاکید کی ہے۔

(۴) نماز باجماعت میں شرکت

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے مسجد جانا نیکی اور اجر کا کام ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس انفرادی عمل کو خدمت خلق، معاشرتی اور سماجی کاموں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سے اسلام کے مزاج اور اس کی تعلیمات کی عمومیت معلوم ہوتی ہے، جس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کا باہمی تعلق، ان کی وسعت اور عمومیت اور اجر وثواب کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۵) راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا

یہ نیکی اور صدقہ کا کام ہے۔ ہمارے قدیم شارحین اور عوام میں، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کے تصور سے کانٹے دار لکڑی، ٹہنی، یا اینٹ، پتھر ہٹانے کی طرف ذہن جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس دور میں راستے کی تکلیف دہ چیزوں میں زیادہ کانٹے والی چیزیں ہی ہوتی تھیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک دوسری حدیث میں ٹہنی کا لفظ آیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے، فرمایا کہ ایک وقت میں ایک شخص راستے پر جا رہا تھا کہ اس نے کانٹے والی ٹہنی دیکھی تو اس سے کہا: اللہ کی قسم میں مسلمانوں کو تکلیف سے بچانے کے لئے اسے ضرور ضرور ہٹاؤں گا، (اس عمل کی وجہ سے) وہ جنت میں داخل کیا گیا، اور مسلم کی

دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کو پسند کیا اور اس کی بخشش کردی۔ (۷)

ان تینوں احادیث کو جو ایک متن ہی میں مذکور ہیں اور مسلم کی یہ دو روایتیں ملا کر مطالعہ کریں تو راستے کے حقوق اور آداب معلوم ہوتے ہیں، راستے پر سے ہر ایک گزرتا ہے، مسلم وغیر مسلم، کافر ومشرک، امیر وغریب، گنہگار، پاک دامن، فاسق وفاجر ومؤمن ومحسن وغیرہ۔ تاہم راستہ صاف کرنے اور صاف اور کھلا رکھنے کا اجر اس شخص کو ضرور ملے گا جو یہ رفاہی کام کرتا ہے۔

علماء اور شارحین حدیث نے حدیث کے اس آخری جز (راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا) کی تشریح میں کئی ایسے پہلو بیان کئے ہیں جو اس کے دائرے میں آتے ہیں اور آپ ﷺ کے اس فرمان کی وسعت ظاہر کرتے ہیں۔

۱۔ کانٹے، خاردار جھاڑیاں، ٹہنیاں، اینٹیں اور پتھر اور تعمیراتی سامان ہٹانا۔

۲۔ کیچڑ، گرا ہوا ڈیزل اور تیل، کیلے کے چھلکے اور دوسری پھسلنے والی چیزیں ہٹانا۔

۳۔ ناجائز اور غلط تعمیرات ختم کرنا۔

۴۔ ٹھیلہ، کیبن اور تھڑے بنانا اور کچرا راستے کے درمیان ڈال دینا بھی اس کے دائرے میں شامل ہے، لہٰذا انہیں ہٹانے اور صاف کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

۵۔ شامیانے، مجلسیں لگانا اور کرسیاں لگا کر کوئی تقریب کرنے کی ممانعت بھی اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔

۶۔ گڑھے کھود کر انہیں پر نہ کرنے کی ممانعت بھی اس سے ثابت ہوتی ہے۔

۷۔ گاڑی غلط پارک کرنا (کھڑی کرنا) یا راستے کے درمیان گاڑی روک کر سامنے آنے والی گاڑی والے سے باتیں کرنا جب کہ پیچھے آنے والا ٹریفک جام ہو رہا ہو۔ یہ عمل بھی اس حدیث کے دائرے میں آتا ہے۔

راستہ کھلا رکھنا، اسے صاف رکھنا اور لوگوں کے گزرنے کے لئے سہولت پیدا کرنا اور اسے تکلیف دہ اور رکاوٹ والی چیزوں اور باتوں سے بچانا اسلامی تہذیب وثقافت میں سے ہے اور اجر وثواب کا باعث ہے۔

حدیث مبارکہ کی پانچوں باتوں پر غور کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دین اسلام انسانوں کے لئے رحمت وشفقت اور ان کی ہر پہلو سے بھلائی وبہتری اور اجتماعی وانفرادی خیر کا نظام ہے۔ ایسا نظام جس میں اس کی چھوٹی بڑی تمام باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، نیز اس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق

النفس کا حسین امتزاج ہے۔

۳۔تمام مخلوق کو فائدہ پہنچانا رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ

دین اسلام نے انسانوں کے بارے میں جو آفاقی و ابدی نظریہ دیا ہے اس میں پیدائش کے لحاظ سے وحدت انسانیت کا تصور ہے، ارشاد باری ہے:

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌO (۸)

اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے، بے شک اللہ جاننے والا اور خبردار ہے۔

اسلام نے تمام انسانوں کو بغیر کسی نسلی، وطنی، اور قومی تفریق کے خطاب کیا، چنانچہ قرآن مجید میں عام دعوت و تبلیغ کے خطاب کا انداز یا ایھا الناس (اے انسانو) ہے، اسی طرح محمد ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے رسول، رحمۃللعالمین اور کافۃ للناس اور انی رسول اللہ الیکم جمیعا اور قرآن مجید کو ھدی للناس کہا گیا۔ اس مضمون و مفہوم کی ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ قال: الخلق کلھم عیال اللہ، فاحب الخلق الی اللہ انفعھم لعیالہ (۹)

حضرت انس نے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمام مخلوق اللہ کا عیال (کنبہ) ہے، سو ان میں سے اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ شخص ہے جو اس کے عیال کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہے۔

یہ حدیث تمام مخلوق کو اللہ کا کنبہ قرار دیتی ہے، جس طرح ایک کنبہ اور خاندان کے افراد اس میں تمام حقوق کے حقدار ہوتے ہیں، اسی طرح تمام انسان اس دنیا میں اللہ کی ربوبیت و حاکمیت میں ہیں اور تمام مخلوق کا اللہ خالق، مالک، رازق و آقا ہے اور ان کی خبرگیری کرتا ہے، خالق و احسن الخالقین اللہ کی وہ صفت ہے جسے قرآن مجید میں مختلف صیغوں اور کلمات سے اڑھائی سو مرتبہ بیان کیا گیا ہے، پھر فھل من خالق غیرہ کہہ کر چیلنج کیا گیا کہ دوسرا تمہارا کوئی خالق ہے تو اسے لاؤ، جب وہ خالق ہے تو مالک اور سب کا پالنے والا بھی ہے۔

لہذا جو لوگ اللہ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں، اس لئے ایک مومن کو خدمت خلق اور شفقت علی الخلق کی جذبے سے تمام انسانوں سے بھلائی کرنی چاہئے، یہ بات آپ ﷺ کے قول وعمل سے پوری طرح واضح ہوتی ہے، بہت سی آیات واحادیث اور آپ کی سیرت طیبہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے مسلموں اور غیر مسلموں کے ساتھ نیکی کرنے کی ترغیب دی اور اسے بڑی نیکی قرار دیا۔ آپ کا ایک بیمار یہودی لڑکے کی عیادت کرنا، ایک یہودی کے جنازے کی آمد پر کھڑے ہو جانا، پیاسے کتے کو پانی پلانے پر بڑے اجر کی بشارت دینا، ایک بلی کو بھوکی پیاسی باندھنے پر عذاب کی خبر دینا، اور دیگر جانوروں کا لحاظ کرنے کی ترغیب دی ہے، اس حدیث مبارک میں یہ دلیل ہے کہ تمام مخلوق اللہ کا عیال ہے اور کسی کے عیال کے ساتھ بھلائی کی جائے تو وہ نہ صرف خوش ہوتا ہے بلکہ اس کا اجر بھی دیتا ہے، اس حدیث کا یہی خلاصہ اور حاصل ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

قال: قال رسول اللہ ﷺ ان للہ عز وجل خلقا خلقھم لحوائج الناس، یفزع الیھم الناس فی حوائجھم، اولئک الامنون من عذاب اللہ تعالیٰ (۱۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق (بندے) ایسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، لوگ اپنی ضرورتوں کے وقت ان کے پاس گھبرا کر آتے ہیں (اور یہ ان کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں) یہ لوگ (قیامت کے دن) اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

ایک دوسری حدیث اس طرح ہے: کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی اپنے والد سے اور وہ اپنے والد (عمرو بن عوف) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں اللہ نے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی کہ انہیں دوزخ کی آگ کا عذاب نہیں دیں گے، پس جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کے لئے نور کے ممبر رکھے جائیں گے جن پر بیٹھ کر وہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے جب کہ دوسرے لوگ حساب میں مبتلا ہوں گے۔ (۱۱)

قرآن شریف واحادیث مبارکہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمت خلق کے جائز اور اچھے کاموں سے ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا دوسری عبادتوں سے ملتا ہے اور دوزخ سے ایسے ہی نجات حاصل

ہوتی ہے جیسے دوسری نیکیاں کر کے ہوتی ہے۔

اسلام کی مجموعی تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور سیرت اور آپ کے ارشادات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی اصلاح کے لئے جہاں ذاتی نیکیاں، عبادتیں اور ریاضتیں کرنا چاہئیں وہاں اپنے ابنائے جنس (انسانوں) کی دینی و دنیائی بھلائی، بہتری اور خدمت کے لئے بھی کام کرنا چاہئے، جس طرح معروف عبادات سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اسی طرح اس کی رضا کی نیت سے اللہ کے بندوں سے بھلائی کرنے سے بھی ہوتی ہے۔ جس طرح عبادات واطاعت سے مومن جنت کا حق دار بنتا ہے اسی طرح اللہ کی مخلوق سے بھلائی کرنے سے بھی وہ جنت کا حق دار حقدار ہوتا ہے۔

۴۔ مسلمانوں کو خوش کرنا

مؤمن صرف اپنی ذات کے گرد نہیں گھومتا بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں کے دکھ درد میں بھی شریک ہو کر ان کے دکھ درد کا مداوا کرتا ہے جو بات انہیں دکھ پہنچا رہی ہے، اسے دور کرتا ہے، اس کا حل تلاش کرتا ہے، اس سے نجات کی راہیں نکالتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے انسانوں سے خوش ہوتے ہیں جو اپنے مسلمان بھائی کا غم ہلکا کرتا ہے، اس کے دکھ بانٹتا ہے۔ بڑی نیکیوں میں سے ایک نیکی یہ بیان فرمائی کہ وہ بندہ بہت اچھا ہے جو کسی انسان کو خوش کرتا ہے، خاص طور پر ایسا انسان جو رنج وغم میں مبتلا ہو، کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہو اور کسی صدمے کی وجہ سے نڈھال ہو رہا ہو، ایسے انسان کے پاس جانا، اس کا غم ہلکا کرنا اور اسے خوش کرنا نیکی کا کام ہے، اس مفہوم کی متعدد روایتیں ہیں:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال سئل رسول الله ﷺ ایّ العمل افضل؟ قال ان تدخل علی اخيک المسلم سروراً او تقضی عنه دَيناً او تطعمه خبزاً (۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرو یا اس کا قرض ادا کرو یا اسے کھانا کھلاؤ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کام اور باتیں مغفرت لازم کرنے والی ہیں ان میں سے ایک اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنا ہے یعنی اس کی بھوک دور کرنا اور اس

کی پریشانی (تکلیف) دور کرنا ہے۔(۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کردے گا، اور جس شخص نے تنگ دست پر آسانی کی تو اسی قدر دنیا وآخرت میں اس پر آسانی کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔(۱۴)

اس مضمون کی ایک حدیث اس طرح آئی ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے ابدال جنت میں اپنے عملوں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے لیکن وہ اللہ کی رحمت سے، اپنے نفسوں کی سخاوت سے، سینوں کی سلامتی سے، اور تمام مسلمانوں پر رحمت کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔(۱۵)

ان روایتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مومن صرف انفرادی نیکیوں میں نہ لگا رہے بلکہ اپنی انفرادی نیکیوں، عبادتوں، اور وظائف کے ساتھ اپنے دوسرے بھائیوں کی خیر خبر معلوم کرے، ان کے پاس جائے، ان کے دکھ درد دور کرے انہیں تسلی دے، کچھ وقت ان کے ساتھ گزارے، آپ ﷺ کا یہ اسوہ حسنہ ہے، آپ زیادہ وقت خاص طور پر دن کا زیادہ وقت اجتماعی معاملات میں صرف کرتے، ان کے اجتماعی وانفرادی مسائل معلوم کرتے، پھر انہیں حل فرماتے، آپ ﷺ کا مشہور ارشاد ہے: مومن سراپا الفت ومحبت ہے اور اس شخص میں سرے سے کوئی بھلائی نہیں جو نہ تو دوسرے سے محبت کرے اور نہ ہی دوسرے اس سے محبت کریں۔(۱۶)

ایک اور روایت ہے: جو مسلمان بندہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے وہ اس شخص سے کہیں بہتر ہے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں سے دل برداشتہ ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی ایک سو سے زائد مجلسوں میں بیٹھا ہوں، ان مجلسوں میں صحابہ کرام اشعار بھی پڑھا کرتے تھے اور زمانہ جاہلیت کے قصے کہانیاں بھی سناتے، نبی ﷺ خاموشی سے یہ سب سنتے رہتے تھے، بلکہ کبھی کبھار خود بھی ان کے ساتھ شریک ہوجایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جارہا تھا، آپ، نجران کی بنی ہوئی موٹے کناروں والی چادر اوڑھے ہوئے تھے، راستے میں ایک بدو ملا، اس نے آپ ﷺ کی چادر کو

پکڑ کر زور سے کھینچا، جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی گردن پر نشان پڑ گیا، اس نے کہا: اے محمد! مجھے بیت المال سے کچھ دلا یئے، اتنے زور سے چادر کھینچنے کو آپ نے برا نہیں منایا، بلکہ آپ مسکرائے اور بیت المال سے کچھ دینے کا حکم صادر فرمایا۔ (۱۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدینے کا درمیانی یا آخری دور ہے، جب بیت المال قائم ہوا تھا اور اس میں مال جمع ہونے لگا تھا، آپ ﷺ اس وقت اسلامی ریاست کے حکمران اور سربراہ تھے، ایسے موقع پر ایک بدو کے قریب آنے میں کوئی روک ٹوک نہیں معلوم ہوتی، پھر اتنی عظیم شخصیت ہونے کے باوجود آپ غصہ نہیں کرتے، بدو کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتے، بلکہ الٹا مسکرا دیتے ہیں اور اسے بیت المال سے مال دلواتے ہیں، یہ ہے اسلام کا اجتماعی، سماجی اور سیاسی معاشرہ جس پر اس کی بنیاد رکھی گئی، جو صدیوں تک جاری و ساری رہا اور غیر مسلم اسے دیکھ کر اسلام کی طرف جوق در جوق چلے آتے تھے۔

آج مسلمانوں کو انفرادی و اجتماعی طور پر ایسے معاشرے کی طرف لوٹنا ہے جو اپنے اندر مذکورہ بالا صفات رکھتا ہو اور ایک مثالی اور معیاری معاشرہ ہو جب ایسا معاشرہ قائم ہوگا تب ہی لوگ اسلام کی طرف پلٹیں گے اور اسلام کا حقیقی غلبہ ہوگا۔

۵۔ خیر خواہی کرنا

دین اسلام کی خصوصیات اور امتیازات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ ان کا ظاہر و باطن، اندرو باہر اور زبان و دل ایک ہو، اس میں دوئی اور دورنگی نہ ہو، جو بات دل میں سوچے وہ ہی زبان پر آئے، اگر کسی شخص کا دل اور زبان ایک نہیں ہے تو اسلام اس کو نفاق اور منافقت کہتا ہے اور اسے دھوکے (خدع) کا نام دیتا ہے:

عن ابی رقیبة تمیم بن اوس الداری ان النبی ﷺ قال: الدین النصیحة، قلنا لمن؟ قال لله ولکتابه و لرسوله و لائمة المسلمین و عامتهم (۱۸)

حضرت تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دین سراپا خیر خواہی ہے، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا: کس کے لئے خیر خواہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لئے، اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کے لئے، مسلمانوں کے سربراہوں اور

ان کے عام لوگوں کے لئے خیر خواہی کرنا۔

متن میں لفظ النصیحہ آیا ہے جس کا مادہ نصح ہے، یہ کلمہ قرآن مجید میں مختلف شکلوں میں تیرہ مرتبہ آیا ہے، اور احادیث میں بہت سے مقامات پر آیا ہے، عربی زبان میں یہ کلمہ اپنے معنی میں بڑی وسعت رکھتا ہے، ابن دقیق العید (۷۰۲ھ) کہتے ہیں: ''کلام عرب میں ایسا کوئی کلمہ نہیں ہے جو اس کلمے کے معنی واضح کر سکے، اور اپنے اندر سمو سکے''۔

مدینہ منور میں اسلام قبول کرنے کے بارے میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ ہم جب آپ ﷺ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے آئے تو آپ نے بیعت کرتے وقت عہد لیا:

عن جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یقول بایعت رسول اللہ فاشترط علی والنصح لکل مسلم (۱۹)

حضرت جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے ہر مسلم کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے امتیوں سے بیعت لی (عہد و پیمان لیا) کہ ہر مسلم کے ساتھ خیر خواہی کی جائے، پھر مختصر جملوں میں یہ خیر خواہی جن کے ساتھ کی جائے ان کے نام لے کر وضاحت کی، اسی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نام گنوائے ہیں کہ ان کے ساتھ خیر خواہی کا رویہ اختیار کیا جائے، ظاہر ہے کہ ان ہستیوں سے خیر خواہی کا تقاضا اور انداز علیحدہ علیحدہ ہوگا، اس کا مختصر سا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں دین کے بارے میں ایک جامع تصور دیا گیا ہے، اور دین کا دائرہ کار بتایا گیا ہے۔ دین کے بارے میں ایک عام تصور یہ ہے کہ دین کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے یعنی چند عقائد، ذکر و فکر، چند مقرر عبادات اور اخلاقیات سے اپنے رب کو راضی کیا جائے اور زندگی کے دوسرے معاملات اور خاص طور پر اجتماعی معاملات سے دین کا تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ اس سلسلے میں یہ حدیث واضح رہنمائی کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ دین کا دائرہ بہت وسیع ہے، جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بہت سے پہلو شامل ہیں۔ مختصر یہ پہلو اس طرح سے ہیں۔

النصیحۃ للہ (اللہ کے ساتھ خلوص و خیر خواہی) کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر اخلاص و سچائی سے ایمان لائے اور نفاق کو قریب نہ پھٹکنے دے، اللہ کی ذات و صفات، اختیارات، احکامات اور حقوق و آداب میں کسی کو ساجھی اور شریک نہ ٹھہرائے، اس کی اطاعت میں لگا

رہے، اس کی نافرمانی سے بچتا رہے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے، اللہ تعالیٰ سے اخلاص و خیر خواہی اختیار کرنے میں انسان دراصل اپنے آپ سے ہی خیر خواہی کرتا ہے اور اپنی ہی دنیا اور آخرت سنوارتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ (۲۰)

جوشخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنی ذات کے لئے ہی کرتا ہے۔

النصیحۃ لکتابہ (اس کی کتاب سے اخلاص) کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید پر اخلاص سے ایمان لانا کہ یہ اللہ کا کلام ہے، اس کی طرف سے نازل ہوا ہے، اس کی تعظیم کرنا، اس کی تعلیم حاصل کرنا، اس کی عمدگی سے تلاوت کرنا، اس کے معانی و مطالب کو سمجھنا، اس کی تعلیم میں تفکر و تدبر کرنا، اس کے تمام احکام پر عمل کرنا اور جن پر عمل نہ ہو سکے ان کو روبہ عمل لانے کے لئے جدوجہد کرنا، اس کے دیئے ہوئے اجتماعی نظام کو قائم کرنا، اس کی تعلیمات میں شبہات پیدا کئے جاتے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانا اور اس کا دفاع کرنا، اس کی تعلیم عام کرنا، لوگوں کو اس کی تعلیم کی طرف دعوت دینا، اور یہ یقین رکھنا کہ اس میں جو کچھ ہے وہ حق ہے اور میری دنیا و آخرت کی بھلائی و فلاح اور میری نجات اس پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

النصیحۃ لرسولہ (اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اخلاص) کے معنی ہیں کہ محمد کو اللہ کا آخری رسول ماننا، آپ ﷺ کے حقوق و آداب پہنچاننا اور انہیں ادا کرنا، آپ سے محبت رکھنا، آپ جو شریعت لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرنا، آپ کی سنتوں کو معلوم کرنا اور ان پر عمل کرنا، آپ ﷺ کے اصحاب سے محبت کرناؓ، آپ پر درود و سلام بھیجنا، آپ ﷺ کی سنتوں میں کمی بیشی کرنے والوں سے دور رہنا، اور جو اسلامی نظام آپ لے کر آئے ہیں اسے قائم کرنا، اور آپ کی تمام سنتوں پر عمل کرنا۔

النصیحۃ لائمۃ المسلمین (مسلمانوں کے رہنماؤں کی خیر خواہی) کے مطلب پر گفتگو کرنے سے پہلے لفظ آئمہ جو کہ امام کی جمع ہے کا مفہوم سمجھنا چاہئے۔ عربی زبان میں امام، قائد، رہنما اور حاکم کو کہتے ہیں، لفظ آئمہ میں ہر قسم کے رہنما شامل ہیں جیسے وقت کا حاکم، دینی رہنما، دینی جماعتوں کے پیشوا اور قائدین وغیرہ۔

ان سے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے نیکی، بھلائی اور حق و انصاف کے کاموں میں ان کا اخلاص سے ساتھ دینا، ان کی ذمے داریوں کی ادائیگی میں ان کا ہاتھ بٹانا، تابعداری کرنا، انہیں حق بات کہنا اور ان کی کوتاہیوں سے انہیں آگاہ کرنا۔

النصیحۃ لعامتھم (عام مسلمانوں سے خیر خواہی کرنا) اس بارے میں علامہ ابن دقیق العید ان کے اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور قانونی حقوق ادا کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں: دنیا و آخرت کی بھلائی والے کاموں میں ان کی رہنمائی اور مدد کرنا، ان کی لازمی ضروریات پوری کرنا، ان کے عیوب کی ستر پوشی کرنا، ان سے مصیبتیں ٹالنا، ان کی بھلائی کے لئے سوچنا، نرمی، اخلاص اور دردمندی سے نیکی کا حکم دینا، برائیوں سے روکنا، ان پر رحم و شفقت کرنا، بڑوں کی عزت کرنا، چھوٹوں پر شفقت کرنا، ان سے دھوکہ اور حسد نہ کرنا، جو بات اپنے لئے پسند ہو ان کے لئے بھی پسند کرنا، ان کی عزتوں اور مالوں کی حفاظت کرنا، بیماروں کی عیادت کرنا، ظالم کو ظلم سے روکنا، مظلوم کی دادرسی کے لئے جدوجہد کرنا، کوئی فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہونا اور اس کے پسماندگان کو تسلی دینا۔

یہ ہے دین کی خیر خواہی ہونے کا مختصر اور جامع نقشہ جو اس حدیث شریف میں ہمارے سامنے آتا ہے، دراصل دین کا تعلق انسان کی پوری زندگی سے ہے، جس میں پوری انفرادی اور اجتماعی زندگی شامل ہے، اس کی بنیاد پر قائم ہونے والے اسلامی معاشرے میں ہر طرف خیر خواہی اور ایک دوسرے کی بھلائی کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے، ایسا معاشرہ رحمت و شفقت، امن و سلامتی، حقوق و فرائض اور محبت و اخلاص والا ہوتا ہے، جس میں ہر انسان عزت و احترام سے پیار و محبت کے ساتھ اور بے خوفی سے امن و سکون کی زندگی گزارتا ہے۔ اس کے علاوہ خیر خواہی کرنے کا دائرہ مسلمانوں سے بڑھ کر غیر مسلموں تک وسیع ہوتا ہے، جو ہماری خیر خواہی کے مستحق ہیں۔

آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے جس طرح مسلموں اور مومنوں سے خیر خواہی کی ہے ایسی ہی غیر مسلموں سے کی ہے، ان کی خیر خواہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، غیر مسلموں کی خیر خواہی کے لئے ان کے پاس گئے، انہیں دین کی دعوت دی، ان کے دین و دنیا کی بہتری کے لئے سوچا، ان کے اسلام قبول کرنے اور اسلام میں اہم کردار ادا کرنے کے لئے دعائیں کیں، ان کی مہمان نوازی کی، ان کی عیادت کی اور ان کو عطیات دیئے۔ لہٰذا ہمیں بھی ان سے خیر خواہی کرنی چاہئے اور خدمت کرنی چاہئے، اس خیر خواہی کی درج ذیل صورتیں پیش کی جارہی ہیں۔

۱۔ غیر مسلموں سے سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں اسلام کی دعوت دینی چاہئے اور انہیں اس رحمت بھرے دین سے بہرہ ور کیا جائے، اس دین کی جو رحمتیں اور برکتیں ہیں ان میں سے ان کا حصہ دیا جائے، انہیں شرک و بدعات اور رسموں و رواجوں کے جال سے آزاد کرا کے اچھا شہری بنایا جائے۔

۲۔ غیر مسلموں کو اللہ کی بہت بڑی نعمت یعنی جنت کا حق دار بنانے کی جدوجہد کی جائے، انہیں اسلام کے دائرے میں رہ کر اچھے اعمال کی ترغیب دی جائے، ان کے لئے اسلام پر عمل کرنا آسان بنایا جائے۔ اس طرح اللہ کی بڑی سزا یعنی دوزخ سے بچانے کی فکر کی جائے، یہ نبی اکرم ﷺ کا طریقہ اور مومن کی ذمہ داری ہے۔

۳۔ ان کو دنیاوی خرابیوں، برائیوں، فساد، بدامنی، منشیات، بیماریوں اور بھوک وغربت سے نکالا جائے، یہ ان کی بہت بڑی خیر خواہی ہے، ان کو نسلی، لسانی اور رنگ ونسل کی عصبیتوں سے نکالا جائے۔

۴۔ غیر مسلموں کو اسلامی نظام اور اسلام کی دینی نعمتوں میں سے حصہ دیا جائے۔

۵۔ جو مسلمان اس طرح انسانوں کے ساتھ خیر خواہی کرے گا اور اس کے اس عمل کی وجہ سے لوگ اس کردار کو اپنائیں گے تو یہ ایسے مصلح کے لئے آخرت کے اجر وثواب کا باعث ہوگا اور اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے اور اپنی دنیاوی اور اُخروی نعمتوں سے نوازیں گے۔

ایسا معاشرہ اس وقت قائم ہوسکتا ہے جب ہر ایک مسلمان اپنے فرائض و ذمے داریوں کے احساس سے اسلام کے تمام احکام پر اخلاص، سچائی، ایمان داری اور خیر خواہی کے جذبے سے خود عمل کرے اور دوسرے بھائیوں کو بھی ان باتوں کی تلقین وتبلیغ کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایسا معاشرہ ہمیں نصیب کرے۔ آمین

۶۔ باہم تعاون کرنا

اسلام جس قسم کا پاکیزہ معاشرہ بنانا چاہتا ہے اس کی بنیاد باہمی تعاون وتوافق، اتحاد و یک جہتی اور نیکی و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد پر ہے۔ چاہے افراد کی اجتماعیت ہو یا حکومت کا نظم ونسق ہو یا غیر سرکاری ادارے، انجمنیں، تنظیمیں اور جماعتیں ہوں، ان کا نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا اسلام کا رہنما اصول ہے، اسی پر قرآن مجید کی بعض آیات اور چند احادیث کی روشنی میں مطالعہ کیا جاتا ہے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من نفس عن اخیه کربة من کرب الدنیا، نفس الله عنه کربة من کرب یوم القیامة و من ستر مسلماً ستره الله علیه فی الدنیا و الآخرة و الله فی عون العبد ما کان

العبد فی عون اخیہ (۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی کسی دنیا کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف اس سے دور کردے گا اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیب پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی عیب پوشی کرے گا، اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مشغول ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں لفظ عون (ع و ن) آیا ہے جس کے معنیٰ ہیں مدد، نصرۃ اور کسی کام میں مدد کرنا، مدد دینا۔ قرآن مجید میں یہ کلمہ تیرہ مرتبہ آیا ہے۔ ان میں سے زیادہ تر کلمات باب استفعال یعنی استعانت سے آیا ہے جس کے معنی ہیں مدد چاہنا، مدد طلب کرنا۔ البتہ احادیث میں یہ کلمہ درجنوں مرتبہ آیا ہے، عون سے تعاون کا کلمہ بنا ہے، جس کے معنی ہیں ایک دوسرے کی مدد کرنا، ایک دوسرے کے دست و بازو بننا، اس کلمے کے معانی میں بڑی وسعت ہے۔ ایک فرد کی مدد سے لے کر گروہوں، جماعتوں، تنظیموں کا ایک دوسرے کے لئے مددگار بننا، بلکہ اور وسعت دی جائے تو حکومتوں کا ایک دوسرے سے تعاون کرنا۔ پھر اس مدد کا دائرہ بھی وسیع ہے، جیسے اخلاقی، مالی، قانونی اور مادی وغیرہ۔ اس مدد اور تعاون کو کسی ایک نوع میں محدود کرنا مناسب نہیں ہے۔ اسلام کے اس اصول کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا:

وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (۲۲)

جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو کام گناہ اور زیادتی کے ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو، اللہ سے ڈرو بلاشبہ اس کی سزا بہت سخت ہے۔

یہ حکم اس وقت دیا گیا جب مسلمانوں اور مشرکین عرب کے درمیان جنگ برپا تھی، مکے پر مشرکین قابض تھے اور عرب کے ہر حصے سے مشرک قبیلوں کے لوگ حج اور زیارت کے لئے کعبۃ اللہ کی طرف جاتے تھے اور بہت سے قبیلوں کے راستے مسلمانوں کی زد میں تھے۔ اس وقت حکم دیا گیا کہ یہ لوگ مشرک ہی سہی، تمہارے اور ان کے درمیان جنگ ہی سہی مگر جب یہ اللہ کے گھر کی طرف جاتے ہیں تو انہیں نہ چھیڑو، کیونکہ ان کے بگڑے ہوئے مذہب میں خدا پرستی کا جتنا حصہ باقی ہے وہ بجائے خود احترام کا مستحق ہے، نہ کہ بے احترامی کا۔

اس آیت میں آمدہ الفاظ کی عمومیت اور اس کا سیاق وسباق بتاتا ہے کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ہر شخص کے ساتھ تعاون کیا جائے گا، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور اپنے مذہب ومسلک کا پیروکار رہے یا کسی دوسرے کا۔ یہ اسلام کی بے مثال آفاقیت اور وسعت نظری اور رواداری ہے۔ اے کاش ہم مسلمان اسے اپنائیں تو بہت سے اختلافات کم ہوجائیں اور نفرتیں مٹ جائیں اور دوریاں ختم ہوجائیں، پھر نیکی پھلے پھولے، بڑھے اور پروان چڑھے۔

ایک روایت میں آتا ہے:

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من مشٰی فی عون اخیہ و منفعتہٖ فلہ ثواب المجاھدین فی سبیل اللہ (۲۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی (مسلم) کی مدد اور فائدہ کے لئے چلا تو اسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں جیسا ثواب ملے گا۔

مومن کو دوسرے انسانوں اور مسلمانوں کی مدد کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے، یہی اسلام کی روح ہے اور دوسرے کے کام آنا عبادت اور اجر وثواب کا ذریعہ ہے اور معاشرے کو اسلامی معاشرے میں ڈھالنے کا وسیلہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مومنوں کے اس رویے کو عبادت کرنے اور اجر وثواب حاصل کرنے کا ذریعہ بتایا ہے۔ اس بات کو آگے بڑھائیں تو یہ حدیث بھی رہنمائی کرتی ہے:

عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً (۲۴)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسے ہے جیسے دیوار کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔

جس طرح دیوار کی اینٹیں ایک دوسری سے جڑ کر ایک مضبوط دیوار بن جاتی ہیں اور اسے گرنے، بکھرنے اور خستہ ہونے سے بچاتی ہیں، ایسے ہی مومنین باہم مل کر تعاون کرکے ایک طاقت بن جاتے ہیں اور انہیں بدی کی طاقتیں، دشمن قوتیں اور مخالف ہلا نہیں سکتے۔ ایک دوسری حدیث میں مومنوں کے باہمی تعلقات، روابط اور تعاون کو آپ ﷺ نے اس طرح واضح کیا ہے:

عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مثل المومنین فی توادھم و تراحمھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد فی السھر و الحُمّٰی (۲۵)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومنوں کی مثال باہم محبت کرنے ایک دوسرے پر رحم کھانے اور مہربانی کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے، جب اس کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم جاگ کر اور بخار میں مبتلا ہو کر اس کا ساتھ دیتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں ملاحظہ کیجئے کہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو کتنا گہرا، کتنا قریبی اور کتنا مضبوط اور انہیں کس قدر ایک دوسرے کے لئے دکھ درد میں شریک بتایا گیا ہے:

☆ ایک مومن کو دوسرے مومن بلکہ دوسرے انسان کی تکلیف کو محسوس کرنا چاہئے۔

☆ اس کی تکلیف میں خود بخود شریک ہونا چاہئے اور اپنی تکلیف سمجھنا چاہئے۔

☆ دوسرے کی جتنی اور جس قدر مدد کر سکتا ہے وہ کرنا چاہئے اور اسے کم نہیں سمجھنا چاہئے۔

شیخ سعدی نے اس منظر کو اپنے ابیات میں اس طرح سمویا ہے:

بنی آدم اعضا یک دیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جواہر اند
چوں عضوے بدرد آورد روزگار
اگر عضوہا را نماند قرار
تو ز محنت رہگراں بے غمی
نشاید کہ نامت نہند آدمی

آدم کی اولاد (انسان) ایک دوسرے کے عضو ہیں کیونکہ پیدائش میں ایک اصل (آدم) سے ہیں، جب ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے اعضاء بے چین ہو جاتے ہیں، اے انسان! جب تو دوسروں کی تکلیف سے بے فکر ہے تو تیرا نام آدمی نہیں رکھنا چاہئے یعنی پھر تو آدمی نہیں ہے بلکہ جانور ہے۔

اسلامی اور اخلاقی تعلیمات کے مطابق وہ شخص بڑے اجر و ثواب والا ہے جو انسانوں کے دکھ سکھ میں ساتھ دیتا ہے اور ان کی خوشی و غمی اور تکلیفوں میں کام آتا ہے، ان کی خدمت کرتا ہے اور ان کے خراب

رویے پر صبر کر کے ان کی خدمت سے ہاتھ نہیں کھینچتا اور نہ ہی تنگ ہوتا ہے۔ درحقیقت یہی عظیم انسان ہے اور انبیائے کرام کی یہی صفت ہے۔

آیت مذکورہ کے دوسرے حصے میں فرمایا: **ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان** اور جو کام گناہ اور زیادتی کے ہیں، ان میں تعاون نہ کرو۔ اس سے یہ رہنمائی ملی کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی، بڑائی اور ظلم و زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہیں کیا جائے اور نہ ساتھ دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

من مشی مع ظالم لیعینہ و ھو یعلم انہ ظالم فقد خرج عن الاسلام (۲۶)

جو شخص کسی ظالم کی مدد کرنے کے لئے اس کے ساتھ چلا جب کہ وہ جانتا ہے کہ (جس کا یہ ساتھ دے رہا ہے) وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔

ہمارے معاشرے میں عام طور پر رجحان پایا جاتا ہے کہ اپنی برادری، اپنے گروہ، اپنی نسل، زبان، اور اپنے علاقے اور ہم مسلک کی طرف سے کوئی بھلائی کا کام ہو رہا ہے تو اس میں اعانت اور مدد کی جائے جب کہ اگر کسی رفاہی و نیکی کا کام کرنے والے میں یہ باتیں نہ پائی جائیں تو اس کی مدد نہیں کی جاتی بلکہ اس سے کنارہ کشی اختیار کی جاتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ کے ان مندرجہ بالا ارشادات کو دیکھا جائے تو عام اصول یہ سامنے آتا ہے کہ ہر نیکی کے کام میں مدد کی جائے، اگرچہ اس کام کا کرنے والا کسے باشد اور وہ مدد کے لئے کہے یا نہ کہے لیکن اگر ضرورت ہو تو آگے بڑھ کر دست تعاون بڑھایا جائے، اور اگر کوئی برائی کا کام کر رہا ہے پھر وہ چاہے اپنا ہی کیوں نہ ہو اور وہ تعاون کے لئے پکارے تو اس کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اجتماعی زندگی میں مومن کا کردار اور رویہ ایسا ہی ہونا چاہئے۔

اسلام نے خدمت کرنے کے کئی درجے، متعدد راہیں اور مختلف صورتیں بتائی ہیں، لیکن ان سب میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ کام کرنے میں اللہ کی رضا مطلوب ہو، اخلاص ہو اور ریا ہرگز نہ ہو، نیز اعتدال اور میانہ روی کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ یہ بات اسلامی احکام کے مطابق نہیں کہ اس کے گھر کے افراد تو ضرورت مند ہوں اور وہ دوسروں کی مدد کرتا پھرے، یا قرض لے کر اور اپنے مستقبل کو داؤ پر لگا کر کسی کی مدد کرے اور پھر خود پریشان حالی میں مبتلا ہو جائے اور ضرورت مند بن جائے اور اپنی ضرورت کے لئے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرے، اسی طرح ضرورت مند کے کام کی نوعیت کو شرعی، اخلاقی اور معاشرتی نقطہ نظر سے دیکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ کام جائز، اچھا اور فی نفسہ نیکی کا ہے۔ شریعت سے

بے خبر بعض جاہل دوسروں کی مدد کرنے کے جوش میں اس کام کے جائز و ناجائز، صحیح و غلط ہونے پر غور و فکر نہیں کرتے بس مدد کرنے پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور ساتھ دیتے ہیں۔ یہ رویہ اور عمل صحیح نہیں ہے۔

بہر حال مومن کو دوسرے انسانوں اور مسلمانوں کی مدد کے لئے کچھ نہ کچھ روزانہ ضرور کرنا چاہئے تا کہ اس کے لئے صدقہ بن جائے، یہی اسلام کی روح، عبادت، اجر و ثواب کا سبب اور معاشرے کو اسلامی معاشرہ بنانے کا ذریعہ ہے۔

۷۔ صلح کرانا

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ دو بھائیوں، دو فریقوں، دو خاندانوں اور انسانوں کے درمیان کسی بات پر اختلاف پیدا ہو جائے جو تنازع (جھگڑے) کی صورت اختیار کر لے تو دوسرے مسلمانوں کو آگے بڑھ کر ان جھگڑنے والوں میں صلح صفائی کرا دینی چاہئے۔

یہ صلح جہاں معاشرے کے دو افراد اور دو خاندانوں کے درمیان کرانی چاہئے وہاں مسلمانوں کے گروہوں، دو فریقوں، دو مملکتوں اور ملکوں کے درمیان جھگڑے اور جنگ و جدال کی صورت میں بھی صلح کرانا ضروری ہے، بلکہ اجتماعی صلح کا اصول قرآن مجید میں واضح طور پر موجود ہے، پھر احادیث مبارکہ اور آپ ﷺ کی سنت مطہرہ سے دو قبیلوں، دو گروہوں اور خاندانوں اور افراد کے درمیان صلح کرانے کے متعدد واقعات ملتے ہیں، اس طرح آپ ﷺ اور خلفائے راشدین اور بعد کے ادوار میں صلح و اصلاح کا عمل کثرت سے ملتا ہے، صلح حدیبیہ جیسی صلح اور فتح مبین کا واقعہ اور چھوٹے چھوٹے درجنوں واقعات موجود ہیں، مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کا واضح حکم سورۃ الحجرات میں موجود ہے۔

عن ابی العباس سهل بن سعد الساعدی رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ بلغه ان نبی عمرو بن عوف کان بینهم شیءٌ فخرج رسول الله ﷺ یصلح بینهم فی الناس فحبس رسول لله و حانت الصلٰوة فجاء بلال الی ابی بکر رضی الله عنهما فقال یا ابا بکر ان رسول الله ﷺ قد حبس و حانت الصلٰوة فهل لک ان تؤم الناس؟ قال نعم ان شئت، فاقام بلال الصلٰوة و تقدم ابو بکر فکبر و کبر الناس (۲۷)

حضرت ابوالعباس سعد بن الساعدی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع

ملی کہ قبیلہ عمرو بن عوف میں فساد ہو گیا ہے اس پر رسول اللہ کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر ان کی صلح کرانے کے لئے روانہ ہوئے پس رسول اللہ اس کی وجہ سے وہاں رک گئے اور اس دوران نماز کا وقت آ گیا، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ابو بکر! رسول اللہ ﷺ روک دیئے گئے ہیں جب کہ نماز کا وقت آ گیا ہے، کیا آپ لوگوں کی امامت کرائیں گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ امامت کے لئے آگے بڑھے اور انہوں نے تکبیر (تحریمہ) کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔

صلح عربی زبان کا لفظ ہے جو فساد کی ضد ہے، لفظی معنی میل ملاپ اور آشتی کے ہیں، اس سے لفظ اصلاح نکلا ہے، صلح کو انسانی اور اسلامی معاشرے میں بہت اہمیت حاصل ہے، یہ کلمہ قرآن مجید میں اس مادے ص ل ح سے ۱۲۹ بار آیا ہے، اور اکثر اصلاح کرنے، باہمی میلاپ کرانے اور رنجشیں دور کرنے کے معانی میں ہے، اسی طرح یہ کلمہ احادیث میں کثرت سے استعمال ہوا ہے، سورۃ الحجرات میں ارشاد ربانی ہے جس سے واضح طور پر صلح وصفائی کرانے کا حکم معلوم ہوتا ہے:

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (۲۸)

اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم پر لوٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو، اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ O (۲۹)

اور اللہ کے نام کو ایسی قسمیں کھانے کے لئے استعمال نہ کرو جن سے مقصود نیکی اور تقویٰ اور اللہ کے بندوں کی بھلائی (اصلاح کے کاموں) سے باز رہنا ہو، اللہ تمہاری ساری باتیں سن رہا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الصلح میں صلح و مصالحت کے لئے ایک حصہ یعنی کتاب الصلح علیحدہ رکھا ہے، اس میں چودہ ابواب اور اکیس حدیثیں بیان کی ہیں، ان احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ کی لوگوں کے درمیان صلح کرانے قباء والوں کے درمیان صلح کرانے، ظلم پر صلح کر کے اتحاد کرنے کی مذمت اور صلح حدیبیہ مشرکوں (غیر مسلموں) سے صلح، حضرت حسن کی صلح کرانے کی پیش گوئی، مقروضوں، تقسیم میراث، قرض کی ادائیگی پر صلح وغیرہ کا تذکرہ موجود ہے۔

کسی معاشرے کا امن و سلامتی سے باہم آہنگ ہو کر رہنا اس کی اہم بنیادوں میں سے ہے، لہٰذا اسلام نے اسے اسلامی اصولوں پر برقرار رہنے کے لئے صلح و مصالحت کرانے کا حکم دیا ہے، صلح کرانا نہ صرف ایک معاشرتی پہلو رکھتا ہے بلکہ ایک مسلمان کی ذمہ داری، اللہ کی رضا کا وسیلہ، اس کے لئے آخرت کے اجر و ثواب کا ذریعہ اور اس کی عزت افزائی کا باعث بھی ہے، اسلام نے صلح جیسا عظیم فریضہ انجام دینے کے لئے مصلحین (صلح کرانے والوں) کو کچھ رعایتیں بھی دی ہیں، ان رعایتوں میں ایک رعایت یہ ہے کہ انہیں مقصد براری کے لئے کسی قدر غلط بیانی کرنے کی اجازت دی ہے، چنانچہ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے **لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس** وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے:

عن ام کلثوم رضی اللہ عنھا اخبرتہ انھا سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فینمی خیرا و یقول خیراً (۳۰)

ام کلثوم رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے، وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے، پس اچھی بات پہنچاتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث میں اس طرح اضافہ روایت کیا ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ کہتی ہیں جو لوگ باتیں کرتے ہیں ان میں سے میں نے آپ کو تین باتوں کے علاوہ کسی بات میں رخصت دیتے ہوئے

نہیں سنا یعنی جنگ، لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے اور شوہر کا اپنی بیوی سے اور بیوی کا اپنے شوہر سے بات کرنا (ان میں جھوٹ موٹ کہنے کی اجازت دیتے تھے)۔ ابن بابویہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مصالحت میں غلط بات کہنے کو پسند کرتے ہیں اور فساد پھیلانے میں سچ بات کہنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ (۳۱)

شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

دروغ مصلحت آمیز بہ زراستی فتنہ انگیز

جو جھوٹ مصالحت کے لئے بولا جائے وہ اس صداقت سے بہتر ہے جو فتنہ فساد پیدا کرے۔

اگرچہ لوگوں کے درمیان صلح و مصالحت کرانے کی سعادت اور فضیلت ہر مسلمان اپنی بساط کے مطابق حاصل کرسکتا ہے تاہم ہمارے معاشرے کے کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کام سرانجام دیتے ہیں اور لوگوں کو باہم ملاتے اور شیر و شکر کرتے ہیں۔ ان میں علماء و مشائخ صاحبان قومی سردار، جرگے کے ممبران، پنچ (پنچائیت کے ممبران) عدالتیں، پولیس افسران، اداروں کے بڑے اور صاحبِ حیثیت لوگ وغیرہ، یہ لوگ اگر اپنے کام میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھیں تو ان کا یہ عمل اجر و ثواب کا باعث اور ان کے لئے دعاؤں کا ذریعہ اور نیک نامی کا سبب بن جائے گا۔

۱۔ یہ لوگ اپنے کام میں اخلاص سے اصلاح بین المسلمین اور اصلاح بین الناس کی نیت رکھیں، اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھیں۔ اور کوئی دنیاوی غرض و لالچ نہ رکھیں۔

۲۔ فساد ٹالنے، دو فریقوں کو ملانے اور معاشرے میں امن قائم کرنے کے لئے پوری کوشش کریں۔

۳۔ اپنے فیصلوں میں عدل و انصاف کریں جس کا جتنا حق ہو وہ دلائیں اور کسی سے زیادتی نہ کریں اور طاقتور اور کمزور کو ایک نظر سے دیکھیں۔

۴۔ فریقین کی باتیں غور سے سنیں، گواہوں کا بیان لیں، دونوں فریقوں کی باتوں پر غور کرکے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر فیصلہ مرتب کریں۔

۵۔ اگر یہ باتیں ملحوظ رکھی جائیں تو فیصلے نہ صرف صحیح ہوں گے بلکہ منصفین (فیصلہ کرنے والوں) کے لئے اجر و ثواب کا باعث، اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ اور نبی ﷺ کی سنت پر عمل ہوگا، اور ایسے منصفین کے لئے قیامت کے دن موتیوں کے ممبر رکھے جائیں گے، جن پر وہ بیٹھیں گے۔

۸۔ سفارش کرنا

اسلام نے جس طرح حاجت مند، مظلوم و مجبور اور مصیبت کے مارے ہوئے کی مدد کرنے کی ترغیب دی ہے اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے طور پر کسی کی مدد نہیں کرسکتا تو اسے ترغیب دی اور توجہ دلائے کہ وہ اپنے ضرورت مند بھائی کو لے کر کسی ایسے شخص کے پاس جائے جو اس کی مدد کرسکتا ہے، اس کے ساتھ چلنے، دو بول بولنے، اس کی بات صاحب حیثیت تک پہنچانے کو نیکی شمار کیا اور اس کے لئے اجر و ثواب کا ذریعہ بتایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

الدال علی الخیر کفاعله (۳۲)

نیکی کے کام میں رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے یعنی اجر وثواب میں۔

• اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا۝ (۳۳)

جو بھلائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔

عن ابی موسیٰ رضی الله عنه قال: کان رسول الله ﷺ اذا جاء ه السائل او طلبیت الیه حاجة قال اشفعوا توجروا و یقضی الله علی لسان نبیه ما شاء (۳۴)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی ضرورت مانگی جاتی تو آپ ﷺ فرماتے: سفارش کرو تا کہ تمہیں اجر ملے اور اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

آپ ﷺ نے مذکورہ بالا حدیث میں ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کسی کی سفارش کرو تا کہ تم اجر و ثواب حاصل کرو۔ مظلوم شخص کے ساتھ چلنے میں اسے قدم قدم پر اجر ملے گا، نبی ﷺ کا اسوہ حسنہ بھی یہی بتاتا ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال خود پورا نہیں کرسکتے تو اسے کسی اور کے پاس بھیج دیتے تھے۔ اس طرح ضرورت مند کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والا گویا خود اس کی مدد میں شریک ہوتا ہے، اس کے برخلاف کسی غلط اور

ناجائز کام کی سفارش کرنے والا خود اسی گناہ میں شریک ہے، اس لئے سفارش کرنے والوں کو سب سے پہلے اس کام کی نوعیت، کیفیت دیکھنی چاہئے، اگر وہ کام جائز ہے تو سفارش کرنی چاہئے۔

چونکہ کسی مجبور کی سفارش کرنا نیکی اور بھلائی کا کام ہے اس لئے اس کام میں نیت اللہ کی رضا، آخرت کا اجر اور انسان کی خدمت ہونی چاہئے، اس کام میں دنیوی نفع کی طمع رکھنا یا نفع حاصل کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اگر وہ حاجت مند کوئی ہدیہ اور تحفہ دے تو وہ بھی قبول نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کی سفارش کی اس پر اس نے سفارش کرنے والے کو کوئی ہدیہ دیا اور اس نے اسے قبول کرلیا تو اس نے سود کی بڑی قسموں میں سے ایک قسم کو اختیار کیا۔ (۳۵)

اس ارشاد سے اندازہ کیجئے کہ سفارش کے عمل کو کس طرح پاکیزہ اور بے لوث رکھنا چاہئے اور اس میں کسی ذاتی اور گروہی مفاد کو سامنے نہیں رکھنا چاہئے۔ خلاف شریعت اور بے جا سفارش کرنا کتنا بڑا اور غلط کام ہے اس کا اندازہ ایک واقعے سے کیجئے:

نبی ﷺ کے مدنی دور میں فاطمہ نامی ایک مخزومی عورت سے چوری کا فعل سرزد ہوگیا اور اس جرم پر اسے ہاتھ کاٹنے کی سزا ملی، اس پر بنی مخزوم قبیلے کے معزز لوگ نبی ﷺ کے پاس اس کی سزا معاف کرنے یا اس میں تخفیف کرنے کی سفارش لے کر آئے لیکن آپ کے سامنے سفارش کرنے کی جرأت نہ کرسکے، آخر کار اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جو آپ ﷺ کے خاص خادم اور پیارے تھے انہیں اس کام کے لئے آمادہ کر کے لے آئے، چنانچہ حضرت اسامہ نے آپ سے اس کی سزا کے بارے میں سفارش کی، نبی ﷺ اس کی سفارش کی بات سن کر بہت غصے ہوئے اور اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: تم لوگ اللہ کی حدود (قانون) میں سفارش کرتے ہو، اس پر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے لئے استغفار فرمائیں اور مجھے معاف فرمائیں، پھر آپ ﷺ نے تقریر کی اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

> سابقہ قومیں اس لئے ہلاک ہوئیں کہ ان میں جب کوئی شریف آدمی ایسا کام کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور کمزور چوری کا کوئی جرم کرتا تو وہ اس پر حد (قانون) جاری کردیتے تھے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

پھر آپ ﷺ نے اس مخزومی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور ہاتھ کاٹا گیا، اس کے بعد اس نے

نہایت اچھے طریقے سے اللہ سے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اپنی کسی ضرورت کے لئے میری پاس آتی اور میں اس کی ضرورت اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچاتی تھی۔(۳۶)

۱۔ اسلام میں ضرورت مند کی جائز سفارش کرنا، اس کے ساتھ چلنا اور اس کی جہاں ضرورت پوری ہو، وہاں لے جانا، اجر وثواب اور اللہ کی رضا کا باعث اور خدمت خلق کا کام ہے۔

۲۔ جائز سفارش جائز حد تک قبول کر لینی چاہئے، یہ سنت رسول ہے۔

۳۔ شریعت کی رو سے ناجائز اور غلط سفارش ہرگز قبول نہیں کرنی چاہئے ایسا کرنے سے دوسرے لوگوں کا حق مارا جائے گا ان پر زیادتی ہوگی اور اس گناہ میں سفارش کرنے والا اور قبول کرنے والا دونوں شریک ہوں گے۔

۴۔ حقوق العباد میں سفارش سوچ سمجھ کر کرنی چاہئے، ایسا نہ ہو کہ ایک کی بہتری میں دوسرے کا حق مارا جائے اور نیکی وثواب کے بجائے الٹا گناہ لازم آئے۔

۵۔ ناجائز اور غلط سفارش معاشرے کے لئے نقصان دہ ہے، اس سے انصاف کا خاتمہ ہوتا ہے، اہل افراد کا حق مارا جاتا ہے اور نااہل لوگ آگے آتے ہیں۔

۶۔ کسی نااہل اور خیانت کار کی سفارش کرنے، اس کے بارے میں سفارش قبول کرنے اور اسے کوئی ذمہ داری حوالے کرنے کے بعد وہ جو غلط، ناجائز اور گناہ کے کام کرے گا اس میں سفارش کرنے والے کو وبال اٹھانا ہوگا اور وہ بھی گنہگار ہوگا۔

۷۔ سفارش کرنے پر سفارش کرانے والے شخص سے ہدیہ تحفہ وغیرہ لینے سے اس کا اجر ضائع ہو جائے گا اور اس کی روحانی واخلاقی خوبیاں ختم ہو جائیں گی۔

۸۔ سفارش کا دائرہ چھوٹے کاموں سے لے کر بڑے کاموں تک وسیع ہوتا ہے۔

۹۔ بے سہارا، غریب، نادار اور سادہ لوگوں کی سفارش کرنا بڑا نیکی کا کام ہے۔

۱۰۔ اخلاص سے سفارش کرنے والے کو اجر ملے گا، چاہے اس کی سفارش قبول ہو یا نہ ہو۔

۹۔ غلاموں، نوکروں اور خادموں پر شفقت

نبی امی رحمت عالم ﷺ نے جہاں معاشرے کے کمزور طبقات کا خیال رکھا اور ان کے دکھ درد کو دور

کیا وہاں اس کمزور ترین اور بے اثر طبقے یعنی غلاموں اور خادموں کی دادرسی بھی کی، ان کو ان کے حقوق دلائے اور ان کو انسانیت کا اعلیٰ مقام دلایا اور معاشرے کو مساوات کی نعمت سے سرفراز کیا۔ یہاں آپ ﷺ کے دو تین ارشادات اور ان کی تشریح پیش کی جارہی ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ للملوک طعامہ و کسوتہ و لا یکلف من العمل الا ما یطیق (۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غلام کا حق یہ ہے کہ اسے کھانا اور کپڑا دیا جائے اور اس پر کام کا صرف اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے جس کو وہ سہار سکتا ہو۔

متن میں بیان کردہ حدیث کا حکم صراحتاً تو غلام اور لونڈی کا ہے لیکن دوسری نصوص سے حکم عام معلوم ہوتا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان آقا کا ایسا ہی معاملہ اس مستقل نوکر کے ساتھ ہونا چاہئے جس کا شب وروز اس کے ساتھ بسر ہوتا ہے، خادموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے سلسلے میں ابوقلابہ کی یہ روایت پیش نظر رہے، ابوقلابہ کہتے ہیں کہ سلمان کے پاس ان کے گورنری کے زمانے میں ایک دن گیا، میں نے دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ رہے ہیں، اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے اپنے خادم کو ایک کام سے باہر بھیج دیا ہے اور ہمیں یہ بات ناپسند ہے کہ اس کے اوپر دونوں کاموں کا بوجھ ڈالیں۔

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لونڈی اور غلام تمہارے بھائی ہیں، انہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کیا ہے، پس جس بھائی کو اللہ نے تم میں سے جس کے قبضہ میں دے رکھا ہو تو اس کو چاہئے اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے، اور اسے وہ کپڑا پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اس پر کام کا اتنا بوجھ نہ ڈالے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور وہ اسے کرنہ پارہا ہو تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔ (۳۸)

آپ ﷺ نے گھر کے خادم جو کھانا پکاتے ہیں اور کھانا کھلانے کی خدمت سرانجام دیتے ہیں، ان کا کتنا خیال رکھا ہے اس ارشاد نبوی میں غور کیجئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکائے، پھر اسے اس کے پاس لائے اور حال یہ ہے کہ اس

کھانا پکانے میں گرمی اور دھوئیں کی مصیبت برداشت کی ہے۔تو مالک کو چاہئے کہ اسے ساتھ بٹھا کر کھلائے اور اگر کھانا تھوڑا ہو تو ایک لقمہ یا دو لقمے اس میں سے اس کے ہاتھ میں رکھ دے۔(۳۹)

اس حدیث کے مندرجات پر غور کیجئے کہ کتنی اعلیٰ تعلیم ہے جو غلاموں، خادموں اور گھروں میں کام کرنے والوں کے بارے میں دی گئی ہے،ان کے کام کی قدر کرنے کی تعلیم ہے،ان کی عزت واحترام کی ترغیب ہے اور ان کی دل جوئی کی تحریض ہے۔

خادموں سے حسن سلوک کے بارے میں ایک اور حدیث مبارکہ ہے،حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اپنے غلاموں اور خادموں پر اپنے اختیار کو غلط استعمال کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا،لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا آپ نے ہم کو نہیں بتایا ہے کہ اس امت میں دوسری امتوں کے مقابلے میں غلام اور یتیم زیادہ ہوں گے،آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں نے تمہیں یہ بات بتائی ہے پس تم لوگ اپنی اولاد کی طرح ان کی خاطر کرو اور ان کو وہ کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔(۴۰)

خادموں، نوکروں اور ملازموں کی جتنی عزت اور دل جوئی کی جائے گی،ان کے ساتھ جتنا مشفقانہ برتاؤ کیا جائے گا،اتنے ہی وہ وفادار واطاعت شعار اور فرمانبردار ہوں گے،خدمت وامانت، کارگزاری میں سچائی سے کام کریں گے اور خیر خواہی کریں گے۔

آپ ﷺ نے اپنے خادموں کے ساتھ کیسا اچھا عمدہ برتاؤ برتا تھا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں دس سال تک رہا،لیکن کبھی آپ ﷺ نے مجھے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا یا یہ کام کیوں نہیں کیا۔(۴۱)

خادموں کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی خوشگوار گزرتی ہے،آدمی اپنے گھر کی طرف سے مطمئن رہتا ہے،آرام وسکون سے رہتا ہے،اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے اور معاشرے کے ہر طبقے میں ہر دل عزیز ہوتا ہے۔ایسے شخص کو بوقت ضرورت خدمت کے لئے اچھے خادم آسانی سے مل جاتے ہیں،اس کے پاس سے چھوڑ کر جانے والے اسے اچھے نام سے یاد کرتے ہیں اور ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

۱۰۔ مشورہ

انسان اپنی فطرت طبیعت اور ہمہ پہلو علم نہ رکھنے کی وجہ سے بہت سی باتوں میں قدم قدم پر اچھے مشورے اور رہنمائی کا محتاج ہوتا ہے، انسان نہ تو عقل کل ہے اور نہ ہی ہمہ دان ہے، اس لئے اسے چاہئے کہ اہم باتوں اور کاموں میں مشورہ کرے اور مشیر (مشورہ دینے والے) سے مشورہ لے کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

قرآن و حدیث میں مشورہ کی ضرورت، اہمیت، اس کے قاعدے اور فائدے بیان ہوئے ہیں، ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا كانت امراؤكم خياركم و اغنياؤكم سمحائكم و امركم شوریٰ بينكم فظهر الارض خير لكم من بطنها و اذا كانت امراؤكم شراركم و اغنياؤكم بخلائكم و امركم الی نسائكم فبطن الارض خير لكم من ظهرها (۴۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے امیر (رہنما) بہترین لوگ ہوں، تمہارے مال دار سخی ہوں، اور تمہارے معاملات باہم مشورے سے طے ہوتے ہوں تو زمین کی پیٹھ اس کے پیٹ سے بہتر ہے۔ (زندہ رہنا اچھا ہے) اور اگر تمہارے حاکم برے لوگ ہوں، تمہارے مال دار لوگ بخیل ہوں اور معاملات عورتوں کے حوالے ہو جائیں تو زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے (ایسی حالت میں دنیا سے چلے جانا بہتر ہے)۔

مشورے کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے سے پہلے مشورہ کیا حالانکہ یہ حکم خداوندی تھا۔

مشورہ جہاں انفرادی و ذاتی معاملات میں ضروری ہے، ایسے ہی اجتماعی، قومی معاملات میں بھی ضروری ہے اور اہمیت رکھتا ہے، جس طرح انفرادی معاملات میں مشورے سے بہتری کی راہیں کھلتی ہیں اسی طرح اجتماعی معاملات میں مشاورت سے خیر و برکت آتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تھا اور آپ اولوالعزم نبی تھے لیکن پھر بھی آپ مشاورت کرتے

تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب شوریٰ کا حکم آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول اگر چہ مشورہ کرنے سے بے نیاز ہیں، مگر مشورے کا یہ حکم اس لئے ہے کہ یہ امت کے لئے رحمت کا باعث ہو۔

امت کا جو فرد رائے اور مشورہ طلب کرے گا، اچھی رہنمائی سے محروم نہیں رہے گا، اور جو مشورہ ترک کرے گا وہ کبھی بھی مشکلات سے نہیں نکلے گا۔

تعلیم، ہنر، صنعت، حرفت، تجارت، زراعت، سیر و سفر، کاروبار، ملازمت، شادی بیاہ اور مرض وصحت میں انسان کو مشورہ لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

نبی ﷺ نے بہت سے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں مشورے کئے اور مشورے لئے، یہ مشورے احادیث اور سیرت کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں، جیسے جنگ بدر کے موقع پر قافلے کو گرفتار کرنے یا جنگ کرنے، جنگ احد کے موقع پر، جنگ خندق کے موقع پر مشورے کئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں مشورہ کیا، صلح حدیبیہ کے موقع پر تو آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ لیا اور وہ بہت مفید رہا۔

چونکہ یہاں رفاہی، فلاحی اور اصلاحی معاملات پر مشورہ کرنے کی ضرورت اور اہمیت بتانا ضرور ہے اس لئے علم و فضل اور دانش رکھنے والوں، اپنے فنون میں ماہر لوگوں کو متوجہ کرنا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کی زکوۃ نکالیں اور نوجوانوں، ناتجربہ کاروں اور نو آموز لوگوں کی رہنمائی کریں، اگر ہر شہر یا جماعتوں اور تنظیموں کے دفاتر میں اور این جی اوز کے دفاتر میں ماہرین کا کچھ لوگ یا مشاورتی کمیٹی پابندی سے بیٹھے او رلوگوں کو مشورے دے تو ان کی اچھی رہنمائی ہوگی۔

مشورہ دینے کا آخرت میں بڑا اجر وثواب ہے اور دنیا میں دعائیں لینے کا بڑا ذریعہ ہے، آپ کے مشورے سے کوئی اچھی تعلیم حاصل کر لیتا ہے، کوئی اپنا گھر بنالیتا ہے، کوئی روزگار سے لگ جاتا ہے تو کتنا آپ کا احسان منداور دعا گو ہوگا۔ مشورہ کرنے اور صحیح مشورہ دینے کے بارے مزید احادیث پیش کی جارہی ہیں:

قال النبی ﷺ من دل علی خیر فلہ نصف اجر فاعلہ (۴۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کی خیر و بھلائی کی طرف رہنمائی کی تو اس پر اس کو عمل کرنے والے کا آدھا ثواب ملے گا۔

اجتماعی معاملات میں مشورہ کرنا

حکمرانوں، حاکموں اور ذمہ دار حضرات کو اجتماعی معاملات میں مشورہ کرنا چاہئے۔

انفرادی معاملات میں مشورہ کرنا بھی بہتری، بھلائی اور خیر کا باعث ہے۔

عام طور پر استخارہ (خیر و بھلائی چاہنا) بھی ایک قسم کا مشورہ ہی ہے۔

مشورہ ہمیشہ اہل علم، اس فیلڈ کے جاننے والے اور دیانت دار اور نیک آدمی سے لینا چاہئے، جب یہ مشورہ طلب کرے تو کوشش کر کے اسے صحیح مشورہ دینا لازمی ہے۔

مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: المستشار موتمن، (۴۴) جس سے مشورے لیا جائے وہ اس بات اور مشورہ کا امانت دار ہے۔ لالچی، ڈرپوک، جاہلوں، بے ضمیر لوگوں اور بد اخلاق اور جھوٹے لوگوں سے مشورہ نہ کرے، نیز مخالف سے بھی مشورہ نہ لیا جائے۔

کسی کو غلط مشورہ دینا اور غلط راہ دکھانا گناہ کا کام ہے، غلط مشورہ خیانت ہوگا، جانتے بوجھتے غلط مشورہ دینا بڑی خیانت اور بددیانتی ہے اور گناہ کا کام ہے۔ اس سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه و من اشار علی اخیه بامر یعلم ان الرشد فی غیره فقد خانه (۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو کسی نے بغیر علم کے فتویٰ دیا (اور اس نے عمل کیا) تو گناہ اس شخص کے سر ہوگا جس نے فتوی دیا ہے اور جس شخص نے اپنے بھائی کو یہ جانتے ہوئی غلط بات کا مشورہ دیا جب کہ اس کا فائدہ دوسری بات میں ہے تو اس نے اس کے ساتھ خیانت کی۔

۱۱۔ کسی کو صنعت و حرفت سکھانا یا تعاون کرنا

آپ کے گرد و نواح اور حلقۂ اثر میں یا آپ کے علم میں کوئی ایسا شخص ہے جو کسی قسم کا ہنر سیکھ کر روزگار حاصل کرنا چاہتا ہے یا کوئی شخص کوئی ہنر جانتا ہے لیکن اس میں پختہ نہیں ہے اور پوری طرح کام نہیں کر سکتا تو ایسے شخص کو ہنر سکھانا یا ہنر میں قابل بنانا، اس کی رہنمائی کرنا اور کام سلیقے سے کرنے کے لائق بنانا نیکی کا کام اور صدقہ جاریہ ہے، اس سلسلے میں یہ حدیث رہنمائی کرتی ہے:

عن ابی ذر رضی الله عنه قال سئلت النبی ﷺ ای العمل افضل؟ قال

الایمان باللہ و جہاد فی سبیلہ، قلت: فایّ الرقاب افضل؟ قال اغلاھا ثمنا و انفسھا عند اھلہ قال: فان لم افعل؟ قال تعین ضائعاً و تصنع لاخرق، قال فان لم افعل؟ قال تدع الناس من الشر فانھا صدقۃ، تصدق بھا علی نفسک (۴۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے برتر اور افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا، میں نے دریافت کیا کہ کس قسم کا غلام آزاد کرنا زیادہ فضیلت کا کام ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جس کی قیمت زیادہ ہو اور جو اس کے مالک کے نزدیک زیادہ اہمیت والا ہو، میں نے عرض کیا کہ اگر میں استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے ایسا نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مدد کر جو (غربت کی وجہ سے) ضائع ہو رہا ہو، یا جو شخص اپنا کام نہ کرسکے، میں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ یہ بھی ایک صدقہ ہے جو تو اپنے وجود پر کر رہا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا یہ امت پر احسان وفضل ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے مختلف قسم کے عملی زندگی سے تعلق رکھنے والے سوالات کر کے امت کے لئے عمل کی کئی راہیں نکال دیں۔اب جو شخص جو کام کرسکتا ہے اسے کرے اور اجر پائے۔

اس حدیث میں پہلے ایمان باللہ، جہاد فی سبیل اللہ اور غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے،اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا تعین ضائعا او تصنع الاخرق ،اس کی تھوڑی سی تشریح کی جاتی ہے،تعین ضائعا کا مطلب ہے کہ جو شخص غربت میں مبتلا ہو اور جس کی بیوی بچوں کی گزر بسر کی کوئی صورت نہ ہو اس کی مدد کرو، اور اسے ضائع ہونے سے بچاؤ،ایسی مزید خستہ حالی اور بدحالی میں مبتلا ہونے سے تحفظ دو،حدیث کے متن کی عبارت پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایمان اور جہاد کو برابر بیان کیا پھر ان کے بعد غلامی کو ختم کرنے اور اس کے چوتھے نمبر پر ہنر کی تعلیم دینا بیان کیا ہے۔

اس حدیث میں اس فرد کی مدد کی مقدار یا اس کی شکل متعین نہیں کی گئی ہے، اسے اس شخص کے حالات وضروریات اور مدد کرنے والے کی حیثیت پر چھوڑ دیا گیا ہے، احتیاج جس نوعیت کی ہے اس نوعیت کی مدد آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق کرنی چاہئے۔

ایک روایت میں ''ضائعا'' کی جگہ ''صانعاً'' کا لفظ آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی ایسے شخص کی مدد کرو جس کے ہاتھ میں کوئی صنعت یا پیشہ ہے، اس کی مدد، روپیہ، پیسہ، فنی تعاون، اوزاروں اور مشینوں کی فراہمی اور پیداوار کے لئے بازار اور مارکیٹ میں لانے کی صورت پیدا کر کے کی جا سکتی ہے، حرفت و ہنر والے کا ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کی مشکلات کا عام طور پر احساس نہیں ہوتا اور اس کی مدد کی طرف ذہن نہیں جاتا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا **او تصنع لاخرق** ۔اخرق سے بے ہنر مراد ہے یا ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کوئی کام اچھی طرح نہ کر سکے، بعض اردو داں حضرات اس کا ترجمہ پھوہڑ کرتے ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اخرق کی تشریح اس طرح کی ہے، **الذی لیس بصانع و یحسن العمل** (۴۷) یعنی وہ شخص جو کاریگر نہیں ہے اور کام اچھے انداز میں نہیں کر سکتا۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ شخص ہے جسے اپنے کام کی ضروریات کی خبر نہیں ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی ہنر ہے، جس سے وہ اپنا رزق کما سکے۔

اگر معاشرے میں اس کا احساس عام ہو جائے اور اس طرح کے ادارے کام کرنے لگیں جہاں صنعت و حرفت کی تعلیم دی جائے، بے ہنر کو ہنر مند بنایا جائے اور ان کے لئے روزگار کے مواقع فراہم کئے جائیں تو یہ خدمت خلق کی بہت عمدہ شکل ہو سکتی ہے اور اس سے کمزور و نادار طبقات کے معاشی مسائل بڑی حد تک حل ہو سکتے ہیں۔

۱۲۔ بیماروں کی عیادت

معاشرے کا رحمت و شفقت اور دل جوئی کے لائق طبقہ بیماروں کا ہے، جو شخص بیماری میں مبتلا ہوتا ہے وہ عام معمولات زندگی ادا کرنے سے رک جاتا ہے، عام طور پر آمدنی بند ہو جاتی ہے، اخراجات بڑھ جاتے ہیں، تکلیفیں اور مصیبتیں دوگنا ہو جاتی ہیں، لہٰذا نبی ﷺ نے بیماروں کی عیادت، خبر گیری اور ہمدردی کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ ان کا حق بھی بتایا، اور اسے ادا کرنے کا اجر و ثواب بیان فرمایا، عیادت کا مقصد مزاج پرسی نہیں بلکہ ان کی دیکھ بھال، خدمت، غم خواری، تیمارداری، طبیب، ڈاکٹر کے پاس لے جانا، دوا دارو کا بندوبست کرنا، ضروریات زندگی مہیا کرنا اور دلجوئی کر کے ہمت بڑھانا، سب شامل ہیں۔ عیادت کا لفظ عود سے لیا گیا ہے، جس کے لغوی معنی لوٹنے کے ہیں یعنی مریض کی ضروریات کے لئے لوٹ

کر جانا اور چکر لگانا بھی عبادت میں شامل ہے۔

عن ابی هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الله عزّ وجل يقول يوم القيامة يا ابن آدم مرضت فلم تعدني ! قال يا رب كيف اعودك و انت رب العالمين ؟ قال اما علمت ان عبدي فلاناً مريض فلم تعده؟ اما علمت انك لو عدته لوجدتني عنده (۴۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت نہیں کی، وہ کہے گا: اے میرے پروردگار تو تو سارے جہان کا پروردگار تھا میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ فرمائے گا: کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا مگر تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

یہ حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مریض کی عیادت سے جہاں اس کا حق ادا ہوتا ہے، وہاں انسان اپنے فرض سے عہدہ برا ہوتا ہے، اللہ کی رضا و خوشنودی اور اجر و ثواب بھی پاتا ہے، لہٰذا ایک مومن کو عیادت اس نیت اور ارادے سے کرنا چاہئے۔

ایک دوسری حدیث میں مریض کی عیادت کا حکم دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو، اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔ (۴۹)

عیادت ہر بیمار کی کرنی چاہئے، چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم، دوست ہو یا اجنبی، اپنا ہو یا پرایا، اور نیک ہو یا بد، بہر حال ان کی عیادت کرنا نہ صرف سنت رسول ہے بلکہ نیکی و بھلائی اور اللہ کی رضا کا باعث ہے بشرطیکہ نیت سنت کی ادائیگی و رضائے الٰہی کی ہو۔

غیر مسلم کی عیادت کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے اگر موقع ملے تو دعوت دین بھی دی جا سکتی ہے کیونکہ اس وقت انسان دنیا کی نسبت دین کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک بار وہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے آپ اس کے سرہانے بیٹھے، تو اسے اسلام کی دعوت دی، اس پر لڑکا باپ کی طرف دیکھنے لگا، جو وہیں اس کے پاس موجود تھا، باپ نے لڑکے سے کہا: بیٹے، ابوالقاسم (محمد ﷺ) کی بات مان لو، چنانچہ وہ لڑکا مسلمان ہو گیا، نبی ﷺ اس کے ہاں سے یہ کہتے

ہوئے باہر آ گئے ،شکر ہے اس اللہ کا جس نے اس لڑکے کو دوزخ کی آگ سے بچایا۔(۵۰)

عیادت کرنے اور مریض کی خدمت میں لگے رہنے کے اجر اور فضیلت کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا:

عاد مریضاً لم یزل فی خرفة الجنة قیل یا رسول الله و ما خرفة الجنة؟ قال جناها (۵۱)

مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے جب تک لوٹتا نہیں وہ مسلسل جنت کے پھلوں میں ہوتا ہے۔آپ ﷺ یس پوچھا گیا کہ خرفۃ الجنۃ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا ان پھلوں کا چننا ہے۔

بیمار پرسی کے آداب میں سے یہ ہے کہ مریض کے آرام کا خیال رکھا جائے ،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مریض کے پاس بیٹھنا،عیادت کرنے کے سلسلے میں شور وشغف کم کرنا اور کم بیٹھنا سنت ہے۔ یہ ہدایت عام بیماروں کے لئے ہے،لیکن اگر کسی کا بے تکلف دوست بیمار ہوجائے اور عیادت کرنے والے کو اندازہ ہو کہ اس کے بیٹھنے سے اسے راحت ہوگی تو وہ بیٹھ رہ سکتا ہے۔

عیادت کے وقت مریض کو تسلی دینا، ہمت بڑھانا اور صحت کی دعا کرنا چاہئے ،مرض کی شدت کی حالت میں مریض عام طور پر مایوس ہوجاتا ہے اور اس کی دلی قوت اور دِل پاور کم ہوجاتی ہے،لہٰذا اس کی ہمت افزائی کرنی چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک اعرابی (دیہاتی) کی عیادت کے لئے اس کے پاس تشریف لے گئے۔آپ نے فرمایا: پرواہ نہ کر، ان شاءاللہ مرض سے پاک ہوجاؤ گے، یعنی مرض جلد جائے گا اور گناہوں اور دیگر خرابیوں سے تم پاک ہوجاؤ گے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے بعض مریضوں کو جھاڑ پھونک (دم کرنے) کی دعائیں بھی بتائیں،اس سے ایک طرف شفا ہوگی تو دوسرے پہلو سے مریض کا نفسیاتی علاج بھی ہوگا اور وہ جلد تندرست ہوجائے گا۔

الحاصل عیادت مریض حقوق العباد کی ادائیگی اجر وثواب کا باعث،سنت رسول ﷺ کی پیروی، اللہ کی رضا اور خدمت خلق کا عمل ہے اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات بڑھانے کا سبب اور دعوت وتبلیغ کا ذریعہ ہے۔

۱۳۔ چھوٹوں کے حقوق

اسلام اپنے معاشرے میں بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان تعلقات اور روابط کو خوش گوار رکھنے اور ایک دوسرے کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہیں ایک دوسرے سے قریب رکھنا اور باہمی سیر وشکر کرنا چاہتا ہے، ان کے تعلقات میں اسلام نے جتنا توازن، اعتدال اور انصاف قائم رکھا ہے، کسی دوسرے مذہب ،تمدن وتہذیب نے نہیں رکھا۔ اسی طرح ان کے درمیان حقوق وفرائض کا ایک نظام دیا ہے جو قرآن وحدیث اور سیرت النبی اور سیرت صحابہ سے واضح ہوتا ہے، اس سلسلے کی ایک بنیادی حدیث ملاحظہ کریں:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده رضی الله عنهم قال قال رسول الله ﷺ لیس منا من لم یرحم صغیرنا و لم یعرف شرف کبیرنا (۵۲)

حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے، اپنے دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم میں سے وہ شخص نہیں ہے جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا اور ہمارے بڑوں کا شرف (مرتبہ ومقام) نہیں پہچانا۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث کا پہلا جز یعنی چھوٹوں پر رحم کرنا، ان کے بڑوں کے لئے کئی ایک پہلو رکھتا ہے جسے بڑے بزرگ اپنے سامنے رکھیں اور اپنی ذمہ داریاں نبھائیں تو بڑوں چھوٹوں کے درمیان جو خلیج حائل ہو رہی ہے، مغربی تہذیب وثقافت کی یلغار ہو رہی ہے اور بڑوں کو چھوٹوں سے اور چھوٹوں کو بڑوں سے جو شکایات ہو رہی ہیں وہ دور ہو جائیں، ان کے درمیان تعلقات خوش گوار بن جائیں اور مغربی تہذیب کی یلغار رک جائے۔ آج جو شکایات بڑوں کو چھوٹوں سے ہیں یا چھوٹوں کو بڑوں سے ہیں ان کو جنریشن گیپ کہہ کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کا علاج نہیں تلاش کیا جاتا اور اگر کوئی صاحب علم ودانش اس کا حل بتادے تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے پرنالہ وہیں پر ہی گرتا رہتا ہے اور دونوں کے درمیان دوری بڑھتی جاتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس حدیث مبارکہ پر غور کیا جائے تو کسی قدر جنریشن گیپ کا مداوا ہو سکتا ہے اور ہمارے گھروں کا ماحول، محلے اور ملک کا ماحول خوش گوار بن سکتا ہے۔ بڑوں کے حقوق کا تذکرہ بارہا کیا گیا، اب چھوٹوں کے حقوق اور بڑوں کے فرائض یا ذمہ داریاں بیان کی جاتی ہیں:

(۱)آج کے حقائق کو ملحوظ رکھنا

بڑوں کو آج کے زمینی حقائق اور حالات کو اپنے سامنے رکھنے چاہئیں، آج کا دور پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے، دنیا ایک گلوبل ولیج بن چکی ہے، برسوں کے فاصلوں پر موجود معلومات لمحوں میں ایک دوسرے تک پہنچ رہی ہیں، مختلف علاقوں کی تہذیب وثقافت، لباس ووضع قطع اور گفتگو کا انداز و اطوار لوگوں کو متاثر کر رہا ہے، خاص طور پر نوجوان اس سے بہت اثر لے رہے ہیں، یہ اثرات ہمہ جہت او رہرنوع کے ہیں، لڑکے لڑکیاں ہر قسم کی آزادی چاہتے ہیں، پرانے طریقے متروک ہورہے ہیں، ان سب باتوں اور زمینی حقائق کو پیش نظر رکھ کر بڑوں کو اپنے رویے، انداز فکر اور طور طریقے پر نظر ثانی کرنا چاہئے او راپنے اندر تبدیلی کے لئے تیار رہنا چاہئے، یہ گویا ذہنی، فکری اور نظری تیاری ہے، جو فوراً شروع کر دی جائے۔

(۲)تحمل و بردباری

بزرگوں کو اپنے اندر تحمل و بردباری کی صفت کو مزید بڑھانا چاہئے، چھوٹے اگر ماحول کی وجہ سے قدیم طریقے کے خلاف کوئی حرکت کرتے ہیں تو اسے تحمل و برداشت سے برداشت کرنا چاہئے، شیخ سعدی کہتے ہیں:

چوں پُرخاش بنی تحمل بیار کہ سہلی ببند درِ کارزار

جب جھگڑے کی کیفیت دیکھیں تو تحمل و برداشت کی صفت اختیار کریں کیونکہ نرمی لڑائی کا دروازہ بند کر دیتی ہے۔

(۳)محبت و شفقت کا برتاؤ

بزرگوں کو اپنے چھوٹوں سے محبت وشفقت کا برتاؤ کرنا چاہئے، زبان کی مٹھاس اور دل کی محبت انسان کے دل کو موہ لیتی ہے اور اسے قریب کر دیتی ہے، نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے کئی واقعات ایسے ملتے ہیں کہ آپ کی شفقت کے برتاؤ اور محبت بھری گفتگو اور حکمت بھرے رویے سے دور دراز سے آنے والے ہمیشہ کے لئے آپ کے غلام بن گئے۔

(۴)عفو و درگزر

اگر کسی نوجوان سے ناشائستہ حرکت سرزد ہو جائے یا آپ کی بات نہ مانے یا آپ کے توقعات کی مطابق رویہ اختیار نہ کرے تو بھی آپ کا رویہ عفو ودرگزر کا ہونا چاہئے۔ اس سے آپ کی عزت بڑھے گی،

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فازاد اللہ بعفو الا عزا ''معافی سے اللہ تعالٰی معاف کرنے والوں کی عزت بڑھا دیتا ہے''۔ ایسے رویے سے مخاطب نوجوان میں مثبت جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

(۵) شریں زبانی

دو فریقوں، دو طبقات، بزرگوں اور نوجوان کے تعلقات میں زبان کا بڑا اہم کردار ہے شاعر نے کہا ہے:

بشیریں زبانی و لطف و خوشی
توانی کہ پیلے بموئے کشی

میٹھی زبان اور نرمی وخوشی سے ہاتھ کو ایک بال سے باندھ کر لے جاسکتے ہو۔

ہمارے بزرگ اور معمر حضرات اپنے چھوٹوں سے گفتگو کا انداز اور لہجہ سخت، کرخت دار اور نامناسب اختیار کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے چھوٹے ان کے قریب نہیں آتے بلکہ دور بھاگتے رہتے ہیں۔

(۶) افہام و تفہیم کا انداز

نوجوانوں سے گفتگو کرتے ہوئے معاملہ طے کرتے ہوئے اور کام لینے کے وقت گفتگو میں افہام و تفہیم (سمجھانے) کا طریقہ اختیار کیا جائے، کوئی بات حکمیہ انداز میں سختی سے اور آمرانہ طریقے میں بالکل نہ کہی جائے، اس سے معاملہ بننے کی بجائے بگڑے گا، سلجھنے کی بجائے الجھے گا، فاصلے کم ہونے کی بجائے بڑھیں گے اور نرمی کی بجائے سختی پیدا ہوگی۔

بڑی عمر والے بزرگ یہ زعم رکھتے ہیں کہ ہم ان سے عمر میں بڑے ہیں ہمارا تجربہ زیادہ ہے اور ہماری سوچ گہری ہے اس لئے ہماری بات حتمی ہے، اس لئے فوراً آمرانہ اور حاکمانہ انداز میں کہہ دیتے ہیں کہ ایسے کرو، ایسے نہ کرو، دوسرا خیال والدیا سرپرست حضرات کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ ہم نے ان کی پرورش کی ہے، پالا پوسا، پڑھایا اور بڑا کیا ہے، یہ خیال غلط نہیں ہے بلکہ بدیہی حقیقت ہے لیکن آج کے دور میں نوجوانوں کی اکثریت یہ احساس نہیں رکھتی، اردگرد کے ماحول نے انہیں ان حقائق سے کافی دور کر دیا ہے۔ لہٰذا بات طے کرنے میں افہام وتفہیم کا انداز اختیار کرنا ہوگا، مخاطب کی بات سننی، سمجھنی ہوگی اور اس کی اس بات کو شروع میں رد کئے بغیر مخاطب کو اس نقطے سے شروع کرنے ہوگی جس میں اس نے اثبات کا پہلو پیش کیا ہے، اس سے آگے بڑھتے ہوئے اپنی بات پیش کرنی چاہئے۔

(۷)بزرگوں کا اپنی اولاد سے معاملہ

اپنی اولاد سے معاملہ کرتے ہوئے اپنی سابقہ غربت، اپنی ابتدائی زندگی، سادگی اور عسرت کو بیان کر کے، اسے معیار بنا کر معاملہ کیا جائے تو مسئلہ حل ہونے کی بجائے الجھ جائے گا اور بگڑ جائے گا، اس لئے آج کے تقاضے، اولاد کے ماحول، پیشے، آمدنی اور مالی حالات کے مطابق حل کرنا ہوگا، اس نقطے پر گہرائی سے غور کیا جائے تو بہت سے وہ مسائل جو والدین، اولاد اور ساس بہو کے درمیان ہوتے ہیں حل ہو جائیں۔

(۸)ماحول کو خوشگوار رکھنا

چھوٹوں اور بڑوں کے درمیان کے ماحول کو خوشگوار، باہم وسیع تعلق اور ہنسی مذاق کا رکھنا بھی ایک ایسا بہترین عمل ہے جس سے باہمی تعلقات اچھے رہ سکتے ہیں، بلکہ پروان چڑھ سکتے ہیں، پرانے زمانے کا وہ دور کہ والد، دادا، تایا، چچا گھر میں آتے تو سارے لوگ سہم جاتے تھے، گفتگو بند کر دیتے تھے، بلکہ اپنے اپنے کمروں میں چلے جاتے تھے، اور گھٹن کا ماحول بن جاتا تھا، نہ کوئی زور سے بولتا اور نہ ہی ہنستا سب لوگ سہمے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔ یہ طریقہ کار نہ شریعت کے مطابق ہے اور نہ ہی علم انتھروپالوجی کے موافق اور نہ آج کے حالات کے مناسب ہے، بلکہ یہ طریقہ جاگیردارانہ نظام کی ایک کڑی اور بقایا ہے، اسے بہر حال ختم ہونا چاہئے، بلکہ چھوٹوں اور بڑوں، استاد اور شاگرد، حاکم ومحکوم اور آقا ونوکر کے درمیان خوشگوار ماحول ہونا چاہئے، ہلکے پھلکے مزاح، خوش طبعی اور خوشگواری کا ہونا چاہئے۔

(۹)بڑوں کا دین کی طرف رجوع

بڑھاپا انسانی زندگی کی ایک منزل ہے جو عام طور پر انسان کو گزارنی ہوتی ہے، جس میں ملنے جلنے والے کم ہو جاتے ہیں، لوگوں سے رابطے ٹوٹ جاتے ہیں اور لوگوں سے میل جول بہت ہی کم رہ جاتا ہے، ایسی صورت میں دین سے وہ مضبوط وابستگی اس منزل کو آسان بنا دیتی ہے، اس کا سب سے اچھا طریقہ مسجد میں جا کر نماز پڑھنا ہے، اس کے طفیل انسان بہت سے لوگوں سے ملتا ہے، سلام وکلام کرتا ہے، خیر خیریت پوچھتا اور بتاتا ہے، اس طرح پانچ وقت گھر سے نکلنے کی وجہ سے جسمانی اور روحانی صحت اچھی رہتی ہے، نیز گھر والوں کو بھی فرصت مل جاتی ہے اور بچے اور چھوٹے دین کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

(۱۰)چھوٹوں کو اعتماد میں لینا

عام زندگی کے گھریلو معاملات وغیرہ میں چھوٹوں کو اعتماد میں لینا، ان سے مشورہ کرنا، ان کی بات

سننا، خاص طور پر ان کی تعلیم، تربیت، شادی بیاہ میں ان کی رائے لینا ضروری ہے، اس سے چھوٹوں اور بڑوں میں تعلقات خوشگوار رہتے ہیں، ان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور عزت و احترام بڑھ جاتا ہے۔

۱۴۔ کسی کو روزگار سے لگانا

رفاہی کاموں میں ایک اہم کام بے روزگاروں کو روزگار سے لگانا، انہیں روزگار فراہم کرنا، بے ہنروں کو ہنر سکھانا اور اپنے پیروں پر کھڑا کرنا ہے اور معاشرے کے کارآمد فرد بنانا ہے۔

آج کتنے ہی ایسے نوجوان ہیں جو محنت و مشقت تو کر سکتے ہیں لیکن محض سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ذریعہ معاش اختیار نہیں کر سکتے اور غربت و تنگدستی کی زندگی گزارتے ہیں، اگر ان کی یہ رکاوٹ دور کر دی جائے تو وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکتے ہیں، اور انہیں معاشی استقلال نصیب ہو سکتا ہے اس سلسلے کی ایک حدیث ملاحظہ کریں:

عن انس بن مالک: ان رجلا من الانصار اتی النبی ﷺ یساله فقال: اما فی بیتک شیئ؟ قال: بلی حلس نلبس بعضه و نسط بعضه، وقعب نشرب فیه من الماء، قال: ائتنی بهما، قال: فاتاه بهما، فاخذهما رسول الله ﷺ بیده، و قال: من یشتری هذین؟ قال رجل: انا اخذهما بدرهم، قال: من یزید علی درهم، مرتین او ثلاثاً، قال رجل: انا اخذهما بدرهمین، فاعطاهما ایاه و اخذ الدرهمین فاعطاهما الانصاری و قال: اشتر باحدهما طعاما فانبذه الی اهلک و اشتر بالآخر قدوما فاتنی به، فاتاه به فشد فیه رسول الله ﷺ عودا بیده ثم قال له اذهب فاحتطب و بع ولا ارینک خمسة عشر یوما، فذهب الرجل یحتطب و یبیع فجاء و قد اصاب عشرة دراهم فاشتری ببعضها ثوباً و ببعضها طعاماً، فقال رسول الله: هذا خیر لک من ان تجیئ المسألة نکتة فی وجهک یوم القیامة ان المسألة لا تصلح الا لثلاثة، لذی فقرٍ مدقع او لذی غرم مفظع او لذی دم موجع (۵۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس

نے آپ ﷺ سے اپنی ضرورت کے لئے کچھ مانگا اس پر آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، میرے پاس ایک (بالوں سے بنی ہوئی) دری ہے جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھ لیتے ہیں، اور کچھ حصہ بچھا لیتے ہیں، اور ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں میرے پاس لاؤ، چنانچہ وہ ان کو لے آیا، آپ نے دونوں چیزوں کو اٹھا کر فرمایا: یہ کون خریدے گا؟ آپ ﷺ کی مجلس میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ دونوں چیزیں میں ایک درہم میں خریدوں گا؟ پھر آپ نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ کون دے گا، یہ بات آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ دہرائی۔ اس پر ایک دوسرے شخص نے کہا: یہ دونوں چیزیں میں دو درہم میں خریدوں گا، اس پر آپ ﷺ نے یہ دونوں چیزیں اس کے حوالے کردیں، اور دو درہم انصاری کو دے کر فرمایا: جاؤ ایک درہم سے اناج لے کر اپنے گھر والوں کو دے دو، اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آؤ، پھر آپ ﷺ نے اس میں اپنے ہاتھ مبارک سے دستہ ڈالا، اور اس سے کہا: جنگل میں جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرو، اور پندرہ دن سے پہلے میں تجھے ہرگز نہ دیکھوں، (پندرہ دن سے پہلے واپس نہ آنا) وہ شخص جنگل میں گیا، جہاں وہ لکڑیاں کاٹ کر بیچتا رہا، پھر وہ دس درہم کما کر لایا، اس نے کچھ درہموں سے کپڑا خریدا اور کچھ سے اناج خریدا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: یہ تمہارے لئے اس دست سوال دراز کرنے سے بہتر ہے۔ جس سوال کی وجہ سے قیامت کے دن تمہارے چہرے پہ داغ ہو۔ سوال تو صرف تین آدمیوں کے لئے جائز ہے، ۱۔ سخت فاقے کی حالت میں مبتلا شخص کے لئے، ۲۔ بھاری قرض تلے دبے ہوئے، ۳۔ اور گراں خون بہا اور جرمانہ ادا کرنے والے شخص کے لئے۔

مذکورہ بالا روایت موضوع اس سلسلے میں واضح رہنمائی کرتی ہے، حدیث کے الفاظ پر گہرا غور کریں تو معاشی مشکلات حل کرنے کی کئی باتیں سامنے آتی ہیں، یہ باتیں اس وقت بتائی جارہی ہیں جب عام انسان ان باتوں سے کوسوں دور تھے، انہیں نکات کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ نبی ﷺ نے اس انصاری کی صحت اور کمانے کی قدرت رکھنے کی وجہ سے زکوۃ دینا مناسب نہیں سمجھا، نیز اس کے پیشہ ور بھکاری بننے کا خطرہ بھی ہوسکتا تھا۔

۲۔ نبی ﷺ نے حکومت کے ذمہ داروں اور زکوۃ تقسیم کرنے والوں کے لئے ایک نمونہ اور مثال

قائم کی ہے کہ وہ لوگوں کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کریں اور روزگار سے لگائیں، چھوٹے ایسے روزگار کے کام ہوں جن سے ان کا گزر بسر ہو سکے۔

۳۔ آپ ﷺ نے سائل کی وقتی ضرورت پورا کرنے کا نہیں سوچا بلکہ مستقل طور پر اسے اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کا سوچا۔

۴۔ آپ ﷺ نے اسے وعظ وتلقین اور نصیحت نہیں فرمائی بلکہ اسے کام سے لگایا۔

۵۔ اسے توجہ دلائی کہ اس کے پاس جو قوت ہے اسے کام میں لا کر اپنی ضرورت پوری کرے۔

۶۔ اسے عملی تعلیم سے بتایا کہ رزق حلال چاہے پیٹھ پر لکڑیاں ڈھو کر، اور بیچ کر حاصل ہو تو اس کے چہرے کی آبرو بچانے کے لئے یہ بہتر ہے۔

۷۔ اسے ایسا کام بتایا جو اس کے بس میں تھا اور اس کے حالات وکیفیات کے مطابق تھا۔

۸۔ اسے روزی کمانے کا سامان اپنے ہاتھ سے کر کے دیا اور رہنمائی کی کہ پندرہ دن تک کام کرے اور جلدی واپس نہ آئے اور اس کے لئے سوچنے کی مدت مقرر کردی کہ یہ کام وہ کرسکتا ہے یا نہیں۔

۹۔ مادی اور ظاہری بندوبست کرنے کے بعد وعظ ونصیحت کی اور مانگنے کی حد بتائی۔

۱۰۔ اے کاش! ہم بھی اس نبوی طریقے کی پیروی کریں، اور مانگنے کے خلاف مہم سے پہلے مسئلہ کا حل تلاش کریں۔

۱۵۔ کھانا کھلانے میں ترغیب وتعاون

کسی بھوکے کو کھانا کھلانے میں جو لوگ دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں اور اس کار خیر میں تعاون کرتے ہیں چاہے وہ کسی قسم کا تعاون کریں وہ اجر وثواب میں شریک ہوں گے جیسے بیوی، خادم، نوکر اور سماجی کارکن وغیرہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

اذا اطعمت المرأة من بيت زوجها غير مضرة فلها اجرها و له مثله و للخازن مثل ذالک (۵۴)

جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے نقصان پہنچائے بغیر کھانا کھلاتی ہے تو اسے اس کا اجر ملے گا، اس کے برابر شوہر کو اجر ملے گا اور خازن کو بھی اتنا اجر ملے گا۔

خازن (گماشتہ اور اسٹور کا نگراں) کے سلسلے میں ایک اور حدیث اس مفہوم کی آئی ہے، حضرت ابو

موسیٰ اشعری رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

الخازن المسلم الذی ینفد وربما قال یعطی ما امربہ کاملاً مدخرا طیبۃ نفسہ فیدفعہ الی الرجل الذی امربہ احد المتصدقین (۵۵)

جو مسلمان خازن اس حکم کو نافذ کرتا ہے جو اسے دیا گیا بعض اوقات آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جس چیز کے دینے کا حکم دیا گیا ہے وہ پورا پورا اور خوش دلی سے دیتا ہے اور جس شخص کے حوالے کرنے کے لئے اسے کہا گیا ہے، اسی کے حوالے کرتا ہے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں سے ایک ہے۔

اسلام کسی نیکی میں ہاتھ بٹانے والوں اور کسی قسم کا تعاون کرنے والوں کو اس اجر میں شریک کر لیتا ہے، آدمی کی بیوی ہو یا خادم یا اس کا گماشتہ اور کارکن ہو اس کی اجازت ہی سے اس کا مال خرچ کر سکتے ہیں، اجازت کے بغیر انہیں اس کے مال میں تصرف کرنے کا حق نہیں ہوگا لیکن اجازت صراحت کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے اور عرف وروایات اور رواج کے تحت بھی۔ اگر یہ بھی متعارف ہو کہ ایک خاص حد کے اندر غریبوں کی مدد کرے یا انہیں کھلانے پلانے میں شوہر کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا تو بیوی اس حد تک عمل کر سکتی ہے، اگر اعتراض کا اندیشہ ہو تو اسے احتیاط برتنا چاہئے۔

یہ تو ایک قانونی بات ہے ورنہ آدمی کو اتنا فراخ دل ہونا چاہئے کہ بیوی یا وہ خادم جس پر اسے اعتماد ہو، اگر اس کے مال میں سے کسی مسکین کی مدد کرے تو وہ فرحت اور خوشی محسوس کرے کہ ایک خیر کے کام میں انہوں نے میری مدد کی اور اس سے وہ خود بھی اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

کھانا کھلانے میں ترغیب وتعاون کے سلسلے میں کئی ایک صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ مالداروں، دولتمندوں اور مالی حیثیت رکھنے والوں کو اس طرف متوجہ کرنا، بھوکوں کو کھانا دینے کی ترغیب دینا۔

۲۔ جب بازار میں کھانے پینے کی اشیا کی کمی ہو یا نایاب ہو جائیں یا تاجر لوگ ذخیرہ اندوزی کریں تو ایسی صورت میں اشیا بازار میں لانا، لوگوں کو فروخت کرنا بھی اس کار خیر میں داخل ہے، ایسے تاجروں اور بیوپاریوں کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اسوہ حسنہ ایک مثال ہے، انہوں نے اپنے سامان کا قافلہ تاجروں کے ہاتھوں نہیں بیچا بلکہ عوام کو سستے داموں فروخت کرا دیا۔

۳۔ کھانے پینے، کی اشیا پر رعایت دے کر سستے داموں فروخت کرنا، اس سے عوام کی ضرورت

پوری ہونے کے ساتھ وہ بھیک مانگنے کے عادی نہیں ہوں گے۔

۴۔ بھوکے افراد کو صاحبِ حیثیت لوگوں سے کھانے پینے کی اشیا لے کر پہنچانا۔

۵۔ مخیّر مالدار لوگوں سے کچا اناج یا خوردنی اشیاء لے کر اور پکا کر کھلانا اس کارِ خیر میں شامل ہے۔

۶۔ خوردنی اشیا کی دوکانیں کھولنا، کھانے پینے کی اشیا بازار میں کم ہو جائیں یا بلیک میں فروخت ہوں تو ایسی حالت میں فیئر پرائس شاپ کھول کر عوام کو خوردنی اشیا مہیا کرنا بھی اس کارِ خیر کا حصہ ہے، اور اس پر اجر وثواب ہوگا۔

۱۶۔ بڑی عمر کے افراد پر شفقت

اسلام میں جو لوگ عزت واحترام اور شفقت و رحمت اور تعاون و امداد کے زیادہ مستحق ہیں ان میں بڑی عمر کے افراد، بزرگ مرد وخواتین اور کمزور لوگ ہیں، دین اسلام نے ان سے نرمی برتنے، ان کی عزت کرنے، زندگی کے معاملات اور کارزارِ حیات میں ان سے حسن سلوک کی واضح تعلیم دی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے اسلامی آداب، تہذیب وثقافت کے مطابق مسلم معاشرت میں جو شخص عمر میں بڑا ہوتا جاتا ہے اس کی عزت بڑھتی جاتی ہے، اس کے حقوق میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ مرتبے کے لحاظ سے گھر اور خاندان کا بڑا ہو جاتا ہے۔ اس کی کئی حیثیتیں ہو جاتی ہیں اور وہ ابا کی بجائے بڑا ابا، دادا، نانا، تایا، پھوپھا اور خالو بن جاتا ہے اور خاتون بڑی ماں، دادی، نانی، پھوپھی اور خالہ بن جاتی ہے۔

اس کے برخلاف دوسری تہذیبوں اور ثقافتوں میں ایک فرد کی جوں جوں عمر بڑھتی ہے وہ معاملات سے بے تعلق کر دیا جاتا ہے اور آخر کار اولڈ ہاؤسز (Old Houses) کے حوالے کر دیا جاتا ہے، نبی امی ﷺ نے عمر رسیدہ اور کمزور لوگوں کی قدر ومنزلت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ابغونی الضعفاء فانما تنصرون و ترزقون بضعفاء (۵۶)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ مجھ سے اپنے کمزوروں کے ذریعے طلب کرو، کیونکہ تمہاری مدد اور تمہارا رزق تمہارے کمزوروں کے ذریعے آتا ہے۔

اس حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے جس میں بتایا گیا اللہ کی مدد اور رزق کی فراوانی کمزور، عمر رسیدہ فراد کے ذریعے ہوتی ہے، اس طرح مدد خداوندی بھی ان ہی لوگوں کے ذریعے آتی ہے، لہٰذا کمزوروں

اور بوڑھوں کو اپنے لئے مصیبت نہ سمجھنا چاہئے بلکہ باعث رحمت ونصرت سمجھنا چاہئے۔ اس سلسلے کی ایک اور حدیث ملاحظہ کیجئے:

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ ان من اجلال اللہ تعالیٰ اکرام ذی الشیبۃ المسلم و حامل القرآن غیر الغالی فیہ و الجافی عنہ و اکرام ذی السلطان المقسط (۵۷)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے سفید ریش (سفید بالوں والے) مسلمان، کتاب اللہ کے حامل (پڑھنے، سمجھنے والے) جو اس میں غلو (زیادتی) نہیں کرتے اور اس سے دور نہیں ہوتے اور عادل حکمران کی عزت کرنا ہے۔

سفید بالوں والے بزرگ، بڑی عمر کے افراد چاہے مرد ہوں یا عورت کی عزت واحترام کرنا گویا اللہ کی تعظیم کرنا ہے۔

عمر رسیدہ افراد واشخاص کی سہولت اور آرام کا خیال رکھنے کی ہدایات شریعت مطہرہ نے دی ہیں ان کا دائرہ کس قدر وسیع ہے، اس کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے کیجئے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیھم الضعیف و السقیم و الکبیر و اذا صلی احدکم لنفسہ فلیطول ما شاء (۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے (امامت کرے) تو اسے چاہئے کہ نماز ہلکی کرے، اس لئے کہ ان میں کمزور، بیمار اور بڑی عمر کے لوگ ہوتے ہیں، اور جب اپنی انفرادی نماز ادا کرے تو جتنی چاہے طویل (لمبی) کرے۔

امام الدیلمی ایک قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بڑی عمر والوں کے بارے میں بھلائی کرنے کی وصیت لو اور دوسروں کو وصیت کرو، نیز جوانوں پر شفقت اور رحمت کرو۔

احادیث مبارکہ اور سنت مطاہرۃ سے بڑی عمر والوں کے بارے میں چند باتیں میں درج کی جارہی ہیں۔

☆ عمر رسیدہ، بوڑھے بزرگوں کی بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرنی چاہئے اور یہ خیال کرنا چاہئے کہ ان کی عمر بڑی ہونے کی وجہ سے انہوں نے نیکیاں زیادہ کی ہیں اور ہم سے اچھے ہیں۔

☆ سفید بالوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے اس لئے ان سے دعائیں لینا اور دعا کرانا۔

☆ انسان کے باپ اور ماں کے ساتھیوں، ہم عمروں اور رشتہ داروں کی عزت کرنا، ان کے پاس جا کر بیٹھنا، ان کی خیر و عافیت معلوم کرنا اور والدین کے بارے میں اچھی باتیں سننا۔

☆ آج بوڑھوں کی عزت کی جائے گی، ان کی خدمت کی جائے گی تو کل جب ہم بوڑھے ہوں گے تو لوگ ہماری بھی عزت کریں گے، جیسی کرنی ویسی بھرنی کا محاورہ صادق آئے گا۔

☆ بڑی عمر والوں اور معذوروں کو اپنے سے آگے رکھنا، سواری پر سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے وقت، سہارا دینا، اسی طرح اگر کوئی بڑی عمر کا شخص سواری میں کھڑا ہے تو اسے اپنی سیٹ دینا یا جگہ بنا کر بٹھانا۔

☆ بڑی عمر والوں کے علم و ہنر اور تجربے سے فائدہ اٹھانا، ان سے مشورہ لینا، معاملات میں رائے لینا، باعث برکت وسعادت ہے۔

☆ چونکہ بوڑھا اپنی کمزوری، ناتوانی اور ضعف کی وجہ سے ذہنی اور جسمانی لحاظ سے بچے کی طرح ہوتا ہے، قرآن مجید نے بھی اس طرح فرمایا ہے اس لئے ان کی ناگوار اور تکلیف دہ باتوں کو برداشت کرنا چاہئے۔

☆ ان کے احترام میں یہ بھی ہے کہ ان سے مذاق نہ کیا جائے، طعنہ نہ دیا جائے اور ان سے نرم گفتگو کی جائے۔

☆ بڑی عمر والوں، کمزوروں اور ناتوانوں کے چھوٹی عمر والوں اور جوانوں پر معاشرتی، اخلاقی اور دینی کئی حقوق ہیں انہیں ادا کرنا ضروری ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی و معاشرتی معاملات میں ان سے نرمی کی جائے اور کام ہلکا کیا جائے۔

۱۷۔ مقروض سے نرمی

مقروض (قرض دار) عام طور پر اپنی ضروریات وحاجات کے لئے قرض لیتا ہے، پھر مقررہ وقت پر بعض اوقات ادا نہیں کر پاتا بلکہ بعض لوگ تو قرض میں ڈوب کر دیوالیہ ہو جاتے ہیں، عام دنیاوی معاشرے مقروض کی خستہ حالی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، اور قرض کی ادائیگی کا تقاضا اور سود کی ایک مدت پوری ہونے پر سود مرکب (سود در سود) شروع کر دیتے ہیں، اس طرح ان کی رقم دوگنی تگنی بلکہ اس سے زیادہ ہوتی رہتی ہے، اور آخر کار مقروض کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ سب لے کر اس کو کنگال کر دیتے ہیں۔ احادیث میں مقروض کی اس مجبوری خیال کرنے کی بھی تاکید فرمائی گئی ہے۔

عن ابی امامة اسعد بن زرارة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من سره ان يظله الله يوم لا ظل الا ظله فلييسر على معسرٍ او ليضع عنه (۵۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اس بات سے خوشی ہوتی ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے اس دن اپنے سایے میں جگہ دے جس دن اس کے سایے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا تو اسے چاہئے کہ تنگدست (مقروض) پر آسانی کرے یا اس سے قرض ساقط کرے۔

اسلام مقروضوں سے بہت ہی ہمدردی اور نرمی برتتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

وَ اِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ (۶۰)

تمہارا قرض دار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک (کشادگی تک) اسے مہلت دو، اور جو صدقہ کرے تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دو اہم باتیں ارشاد فرمائی ہیں، ایک تو تنگ دست اور کنگال قرروض کو کشادگی ہونے تک مہلت دینا، قرض نہ بڑھانا، اور اس کی تنگ دستی دور ہونے تک صبر کرنا اور دسری بات یہ کہ مقروض کی حالت خراب ہے تو اس کا قرض معاف کر دینا ان دونوں باتوں پر حدیث ملاحظہ کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، پس وہ اپنے کارندے کو جسے وہ

قرضے کی وصولی کے لئے بھیجتا، ہدایت دیتا کہ اگر تو کسی تنگدست قرضدار کے پاس پہنچے تو اسے معاف کر دینا، شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ درگزر کا معاملہ کرے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص جب اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ درگزر کا معاملہ کیا۔(۶۱)

مقروض کو مہلت دینے اور نرمی برتنے کا کتنا ثواب ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے کیجئے، حضرت بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا:

> جس شخص نے تنگدست مقروض کو مہلت دی اس کے لئے ہر دن کے بدلے اس قرض کے برابر ایک صدقہ ہے''۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جس شخص نے تنگدست (مقروض) کو مہلت دی تو اس کے ہر دن کے بدلے اس (قرض) سے دگنا صدقہ ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے آپ سے ایک دن کے بدلے ایک صدقہ کا سنا تھا، پھر میں نے آپ سے ایک دن کے بدلے دوگنے صدقہ کا سنا ہے، اس پر آپ نے فرمایا اس (مہلت دینے والے) کے لئے ایک دن میں ایک صدقہ ہے جب تک قرض کی ادائیگی کی مقررتاریخ نہ آئے اور جب یہ تاریخ آ جائے اور وہ اسے مہلت دے دے تو روزانہ دوگنا صدقہ کرنے کا اجر حاصل ہوگا۔(۶۲)

سورۃ بقرہ کی آیت کریمہ سے یہ حکم اخذ کیا گیا ہے کہ جو شخص ادائے قرض سے عاجز ہو گیا ہو، اسلامی عدالت اس کے قرض خواہوں کو مجبور کرے گی کہ اسے مہلت دیں، اور بعض حالات میں وہ پورا قرض یا قرض کا ایک حصہ معاف بھی کرانے کی مجاز ہوگی، پھر فقہا نے تصریح کی ہے کسی کے رہنے کے مکان، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ آلات جن سے وہ اپنی روزی کماتا ہے، کسی حالت میں قرق نہیں کیے جا سکتے۔

اسلام نے جہاں قرض خواہ (قرض دینے والے) کو قرضدار سے نرمی کرنے، مجبوری کی حالت میں مہلت دینے اور معاملے کو اچھے انداز سے طے کرنے کی ترغیب دی ہے، وہاں پر قرض دار کو بھی قرض کی ادائیگی میں چستی اختیار کرنے، بروقت ادا کرنے اور اچھا مال دینے کی تاکید کی ہے۔

حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک نوعمر اونٹ کسی سے قرض پر لیا، پھر آپ کے پاس زکوۃ کے کچھ اونٹ آئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس آدمی کا نوعمر اونٹ ادا کر دوں، میں نے عرض کیا ان اونٹوں میں صرف ایک اونٹ ہے جو بہت عمدہ ہے اور سات سال کا ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: وہی

اسے دیدو، اس لئے کہ بہترین انسان وہ ہے جو بہترین طریقہ پر قرض ادا کرتا ہو۔(۶۳)

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے بھائی کے قرض کی ادائیگی میں تعاون کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کی ترغیب دی، اور کسی مسلمان کی طرف سے اس قرض ادا کرنے یا اپنے ذمہ لینے والے کو بڑے اجر وثواب کی بشارت دی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں نماز پڑھانے کے لئے ایک جنازہ لایا گیا تو آپ نے پوچھا: اس مرنے والے پر کوئی قرض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں، اس پر قرض ہے۔ آپ نے پوچھا کہ اس نے کچھ مال چھوڑا ہے کہ جس سے قرض ادا کیا جاسکے؟ لوگوں نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لو (میں نہیں پڑھوں گا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر کہا: یارسول اللہ میں اس کا قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں، تب آپ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی اور فرمایا (جیسا کہ ایک روایت میں ہے) اے علی اللہ تعالیٰ تجھے آگ سے بچائے اور اس طرح تیری جان بخشی ہو جیسے کہ تو نے اپنے اس مسلمان بھائی کے قرض کی ذمہ داری لے کر اس کی جان چھڑائی، جو مسلمان شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے قرض ادا کرے تو قیامت کے دن اللہ اس کو رہائی بخشے گا۔(۶۴)

۱۸۔عزیزوں، قریبوں سے حسنِ سلوک

نبی رحمت ﷺ نے اپنی رحمت کا پرتو اور شفقت کا سایہ جن لوگوں پر ڈالا، ان میں انسان کے عزیز و اقارب بھی ہیں، چنانچہ آپ نے اپنے ماننے والوں کو ہدایت دین میں انسان کے اپنے رشتہ داروں کے بارے میں اچھی خاصی تفصیل ملتی ہے، ان میں مشتے نمونہ خروارے کے طور پر چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

عن انس رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال من احب ان يبسط له رزقه و ينساله فی اثر فليصل رحمه (۶۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہوجائے تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔

اس مذکورہ حدیث کا ایک پہلو یہ ہے کہ ان نیک اعمال کا اثر اللہ تعالیٰ نے یہ رکھا ہے کہ اس سے مال ودولت میں فراخی اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ صلہ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ضرورت مند

رشتہ داروں کی مالی مدد کی جائے، پہلی کا نتیجہ اللہ کی طرف سے مالی وسعت اور کشادگی ہے، دوسری کا نتیجہ عمر میں برکت اور اضافے کی صورت میں ملتا ہے۔

اس حدیث کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان کے خانگی معاملات اور خاندانی جھگڑے بہت کچھ اس کے اضمحلال ذہنی بوجھ اور دلی پریشانی کا سبب ہوتے ہیں، لیکن جو لوگ اپنے خاندان والوں کے ساتھ نیکی کے برتاؤ، صلہ رحمی اور خوش خلقی سے پیش آتے ہیں ان کی زندگی میں خانگی مسرت، انشراح، اطمینان اور دلجمعی رہتی ہے، جس کی وجہ سے ان کی دولت اور عمر دونوں میں برکت ہوتی ہے۔

ترمذی شریف میں یہ حدیث ان لفظوں میں ہے ''صلہ رحمی سے قرابت والوں میں محبت، مال میں کثرت اور عمر میں برکت ہوتی ہے''۔

رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی اور خدمت ہر حال میں کرنی چاہئے نہ کہ بدلے اور عوض وتبادلے کے طور پر کہ وہ کوئی تحفہ ہدیتاً دیں تو ہم دیں، وہ کوئی نیکی کریں تو ہم اس کے جواب میں کریں، بلکہ اگر وہ کوئی برائی کریں اور تعلقات میں کوتاہی کریں تو بھی ایک مومن کو ان کے حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ میرے کچھ رشتے دار ہیں میں جن کے حقوق ادا کرتا ہوں اور وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتے، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حلم اور بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت (اکھڑپن) برتتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے بیان کیا تو گویا ان کے چہروں پر تو سیاہی پھیر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں ہمیشہ تیرا مددگار رہے گا، جب تک تو اس حالت میں قائم رہے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جو بدلے میں رشتہ داری کا لحاظ کرتا ہے، وہ مکمل درجے کی صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے، کمال درجے کی صلہ رحمی یہ ہے کہ جب دوسرے رشتے دار اس کے ساتھ بے تعلقی برتیں تو یہ ان کے ساتھ اپنا تعلق جوڑے اور ان کا حق دے۔ (۶۶)

مطلب یہ ہے کہ رشتے داروں کے حسن سلوک کے جواب میں اچھا سلوک کرنا یہ کمال درجے کا حسن سلوک نہیں ہے، سب سے بڑا صلہ رحمی کرنے والا حقیقتاً وہ شخص ہے کہ رشتے دار تو اس کو کاٹ رہے ہوں اور وہ ان سے جڑنے کی کوشش کرتا ہو، وہ اس کا کوئی حق ادا نہ کریں لیکن یہ ان کے سارے حقوق ادا

کرنے کے لئے تیار ہو، یہ ایک ایسی بات ہے جو کمال درجے کے بغیر ممکن نہیں۔

بعض لوگ اپنے عزیز و اقارب حاجت مندوں کو چھوڑ کر اپنے صدقات وعطیات دوسرے لوگوں کو دور دراز کے علاقوں میں بھیجتے ہیں جب کہ وہ لوگ محتاج اور ضرورت مند ہوتے ہیں، اس سلسلے میں نبی ﷺ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے صدقہ قبول نہیں کرتا جب کہ اس کے پاس اس صدقے وخیرات کے محتاج عزیز موجود ہیں ور وہ اپنے غیروں میں خرچ کرتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (٦٧)

عزیزوں و اقارب کے بارے میں آپ ﷺ کی تعلیمات اور فقہاء کی تشریحات سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

☆ وہ عزیز وقریب جن کو میراث میں حصہ نہیں ملتا اور ضرورت مند ہیں اور ان کی کفالت کی ذمہ داری ہے تو ایسے لوگوں کے لئے اپنے مال میں سے ایک تہائی تک وصیت کرنا۔

☆ ان کی کفالت کرنے والا ان کا وارث نہ ہو تو ان کی کفالت کرنا، اور گھر آئیں تو کھانا کھلانا۔

☆ صدقہ وخیرات اور اگر حق دار ہیں تو زکوٰۃ وصدقات واجبہ سے دینا۔

☆ خیر خیرات اور عطیات میں ان کو دوسرے حاجت مندوں پر ترجیح دینا۔

☆ ان کی عزت واحترام کرنا۔

☆ وہ دعوت دیں اور کسی تقریب میں بلائیں تو شریک ہونا۔

☆ ان کے سکھ ودکھ میں شریک ہونا اور ان سے ملاقات کے لئے جانا۔

☆ والدین کے قریبی رشتے داروں سے وقتاً فوقتاً ملنا اور ان کے خیریت معلوم کرنا اور ان کی مناسب ضروریات پوری کرنا۔

۱۹۔ معذوروں پر شفقت

معاشرے کا ایک کمزور اور قابل رحم طبقہ معذوروں کا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی بڑی عمر یا کسی حادثے کی وجہ سے یا کسی بیماری کی بنا پر اپنی زندگی کے کام مناسب طریقے سے سرانجام دینے سے معذور ہو گئے ہیں، عام تندرست لوگوں کی طرح کام کاج نہیں کر سکتے اور اپنی ضروریات کی تکمیل نہیں کر سکتے،

چنانچہ اسلام نے ان کے ساتھ نرمی اور آسانی برتتے ہوئے اپنے احکام کی ادائیگی میں کافی تخفیف کی ہے، ان پر وہ ذمہ داریاں نہیں ڈالیں جو عام لوگوں پر عائد ہوتی ہیں:

عن ابی هريرة قال قال النبی ﷺ اذا صلی احدكم الناس فليخفف قال فان فيهم الضعيف و السقيم و الكبير و اذا صلی احدكم لنفسه فليطول ما شاء (۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے (امامت کرائے) تو نماز ہلکی پڑھائے اس لئے کہ تمہارے پیچھے کمزور بھی ہوں گے، بیما اور بوڑھے لوگ بھی، (البتہ) جب تم میں سے کوئی انفرادی نماز پڑھے تو جتنی لمبی پڑھنی چاہے پڑھے۔

ایک اور حدیث میں بڑی عمر والے بزرگوں کی عزت وتوقیر کرنے اور ان کا احترام کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

ما اكرم شاب شيخا لسنه الا قبض الله له من يكرمه ثم سنه (۶۹)

جس نوجوان نے کسی بوڑھے کی اس کی بڑی عمر کی وجہ سے عزت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کی وقت کسی ایسے شخص کو مقرر کردے گا جو اس کی عزت کرے گا۔

معذوروں اور کمزوروں سے اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے عبادات، جہاد، ازدواجی معاملات اور معاشرت کی بہت سی باتوں میں رعایت برتی ہے، بعض اوقات ان کے عذر اور بے بسی کی وجہ سے بعض عبادتیں، فرائض، واجبات اور سنن تک ان سے ساقط کردیئے اور بعض عبادات میں تخفیف ونرمی کردی ہے ان باتوں کی تفاصیل قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور کتب فقہ میں موجود ہے، جیسے جہاں ان رعایتوں کی تفاصیل دیکھی جاسکتی ہیں مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج اور جہاد وغیرہ کے معاملات میں ان کو دی گئی رعایات۔

چنانچہ معقول عذر کی بنا پر وضو کی بجائے تیمّم کرنے کی اجازت دی گئی، کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکنے پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی سہولت دی گئی ہے، رمضان المبارک میں معذور کے لئے روزہ رکھنے کی بجائے رمضان کے علاوہ اور دنوں میں قضا کرنے کی اجازت دی ہے۔ شریعت نے مسلمان پر حج فرض ہی اس وقت کیا جب وہ جسمانی، ذہنی اور مالی استطاعت رکھتا ہو اور معذور کو حج بدل کرانے کی اجازت دی، آپ ﷺ نے جہاد میں معذورین کو گھر میں رہنے کی اجازت دینے کے ساتھ ان کی نیت، جذبے اور شوق کی بنا پر اجر سے

بھی نوازا۔

اسلامی معاشرے پر لازم ہے کہ وہ معذروں محتاجوں اور کمزروں کی دیکھ بھال اور کفالت کرے، ان کے کھانے کا اہتمام کرے، ان کے علاج کا انتظام اور ضرورت مندوں کی رہائش کا بندوبست کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کمزور بہنوں اور بیٹیوں کی خدمت کرنے والے اور نابینا کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والے کے لئے بہت بڑے اجر کی خوشخبری ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نصرک اللرجل الردی البصر لک صدقة (۷۰)

کسی نابینا کی مدد کرنا تمہارے لئے صدقہ (باعث اجر) ہے۔

معاشرے میں معذورین کی موجودگی ایک فطری اور طبعی عمل ہے، لہٰذا یہ ہر معاشرے میں اور ہر جگہ پائیں جائیں گے اور ان کے مسائل ومشکلات اور ضروریات بھی ہوں گی، اس لئے شریعت نے نہ صرف اپنے احکام میں ان سے نرمی کی ہے اور بعض احکام کو بالکل ساقط کیا ہے، بلکہ معاشرے کے افراد کو ترغیب دی ہے کہ وہ بھی ان سے رعایت برتیں، ان کی ذمہ داریوں میں تخفیف کریں، ان کے حقوق کا خیال رکھیں، ان کی خدمت کریں اور ان پر رحمت اور شفقت کی نظر رکھیں۔

بوڑھے مسلمان کی تعظیم وتکریم کے بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری نے روایت کی ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی تعظیم میں سے ہے سفید ریش مسلم کی عزت کرنا، اللہ کی کتاب کا علم رکھنے اور اس میں غلو نہ کرنے اور اس سے دوری اختیار نہ کرنے والے کی تعظیم کرنا اور عادل حاکم کی عزت کرنا۔ (۷۱)

امام دیلمی نے روایت بیان کی ہے کہ بوڑھوں کے بارے میں بھلائی کرنے اور جوانوں پر شفقت کرنے کی وصیت قبول کرو۔

معذورین کے چند حقوق

☆ جب معاشرے میں متعدد طبقات اعانت کے مستحق ہوں تو معذورین کو ترجیح دینا۔

☆ جہاں اجتماعی کاموں اور معاملات میں معذور بھی موجود ہوں تو ان کو آگے کرنا اور پہلے ان کی طرف توجہ دینا۔

☆ کسی کے پاس کوئی معذور کام کرتا ہو یا ملازم ہو تو اس پر تندرستوں کی نسبت کام میں تخفیف کرنا اسلام کی روح کے مطابق ہے۔

☆ معذورین کو دعا کے لئے کہنا اور ان سے دعا کرانا۔

۲۰۔ مسکینوں اور سائلوں کی خبر گیری

معاشرے کے ضرورت مند افراد طبقات میں سے حاجت مند مسکین اور سائل ہیں، مسکین کا کلمہ مسکنت سے نکلا ہے جس کے معنی ذلت وخواری اور بے بسی کے ہیں، انسان جب مالی تنگی، معاشی بدحالی اور قرض جیسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو ذلت وخواری میں گرفتار ہو کر دست سوال دراز کرتا ہے، او رلوگوں سے امداد چاہتا ہے، اسلام نے ایسی حالت میں اپنے پیروکاروں کو اس کی دست گیری، سہارا دینے اور امداد کرنے کی تاکید وترغیب دی ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الساعی علی الارملة و المسكين كالمجاهد فی سبيل الله او كالقائم الليل او الصائم النهار (۷۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والا اس شخص کی طرح (نیکی میں) ہے جو رات بھر (اللہ کے حضور) کھڑا رہتا ہے (سست نہیں ہوتا) اور اس روزے دار کی طرح ہے جو روزے رکھے جاتا ہے اور چھوڑتا نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے مسکینوں، غریبوں اور حاجتمندوں کے بہت سے حقوق مالداروں اور حیثیت والوں پر مقرر کئے ہیں حتی کہ زکوٰۃ جیسے فرض میں سب سے پہلے ان کا حق اور حصہ رکھا ہے۔

سائل اور مسکین کی پہچان کیا ہے؟ کیا مانگنے والا اور ظاہری شکل وصورت مسکینوں کی سی رکھنے والا مسکین ہے، اور سب ایک جیسے ہیں یا ان میں فرق ہے، اس پر ایک حدیث ملاحظہ کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے دروازوں کا چکر لگاتا ہے ایک لقمہ یا دو لقمے لے کر لوٹتا ہے، بلکہ حقیقی مسکین وہ ہے جو اتنا (ضرورت کا) مال نہیں رکھتا کہ اپنی ضرورت پوری کرے، اور لوگ اس کی ضرورت کو سمجھ نہیں پاتے کہ اسے صدقہ دیں اور نہ ہی وہ لوگوں کے سامنے کھڑا ہو کر ہاتھ پھیلاتا ہے''۔

اس حدیث مبارکہ میں امت کے افراد کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تمہیں زیادہ ایسے غریبوں کی فکر

ہونی چاہئے جو غربت کے مارے ہوئے تو ہیں لیکن شرافت، غیرت اور عزت نفس کی وجہ سے اپنا حال لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے، اور مسکینوں کا چہرہ بنائے نہیں پھرتے اور نہ ہی وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں، لہٰذا ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی اعانت کرنا بڑی نیکی ہے کیونکہ امداد کے حقیقی مستحق یہی لوگ ہیں۔

سائل (سوال کرنے والا) کے معنی تو مانگنے والے کے ہیں، لیکن عرف عام کے مطابق صرف بھیک مانگنے والا لینا صحیح نہیں ہے بلکہ اس سے ہر وہ ضرورتمند مراد ہوسکتا ہے جو آپ سے کسی قسم کی مدد کا طلب گار ہو۔ قرآن مجید میں فرمایا:

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَاتَنْهَرْ O (۷۳)

سوال کرنے والے کو ڈانٹو مت۔

لفظ سائل اپنی معنی اور مفہوم میں بہت وسعت رکھتا ہے۔

یعنی ہر ضرورت مند جو آپ سے کسی کام میں مدد کا طلب گار ہو چاہے کام مالی ہو یا علمی اور ظاہری ہو یا معنوی ہو، یہاں تک کہ لولا لنگڑا فرد آپ سے مدد چاہے اور سہارا چاہے تو اس کے سوال کو بھی پورا کرنا چاہئے اور اگر پورا نہیں کیا جا سکتا تو اسے اچھے طریقے سے ٹال دینا اور لوٹا دینا چاہئے۔

غریب کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا

غریب و مسکین جب آپ کے پاس سائل بن کر آئے تو اسے خالی نہ لوٹانا چاہئے بلکہ کچھ نہ کچھ اسے دے دینا چاہئے، اگر چہ وہ کتنی ہی معمولی چیز کیوں نہ ہو، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

قال رسول اللہ ردوا السائل و لو بظلف محرق (۷۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سائل کو کچھ نہ کچھ دے کر واپس کرو اگر چہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

مسکینوں اور غریبوں کو خوش کرنے کا کتنا بڑا مرتبہ اور اجر ہے اس کا اندازہ اس فرمان نبوی ﷺ سے کریں، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس شخص نے میری امت میں سے کسی ایک آدمی کی حاجت پوری کی کہ وہ اس شخص کو خوش کرنا چاہتا ہے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا تو اللہ کو خوش کیا تو وہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا مانگی: ''یا اللہ

مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت دے اور مسکینی کی حالت میں (روز محشر) اٹھا، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اس لئے کہ مسکین لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہ! مسکینوں کو کچھ دیئے بغیر واپس نہ کرنا، اگر چہ آدھی کھجور ہی کیوں نہ ہو، اے عائشہ مسکینوں سے محبت کر اور ان کو قریب رکھ کیونکہ قیامت کے روز (ان کی وجہ سے) اللہ تجھے قریب رکھے گا"۔(۷۵)

اسلامی ثقافت و روایات کی ایک نمایاں خوبی یہ رہی ہے کہ مسلمان سائلوں اور حاجت مندوں کو عام طور پر خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا بلکہ کچھ نہ کچھ دے کر لوٹاتا ہے اور اگر کچھ دینے کو نہیں ہے تو بھی اس سے نرمی سے معافی مانگ کر لوٹایا جاتا ہے۔

مسکینوں اور غریبوں سے ہمدردی کرنے اور ان کی ضرورت پوری کرنے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں، اپنی حالت اور بساط اور سائل کی حالت دیکھتے ہوئے کوئی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے:

مسکینوں کی خبر گیری کے بعض کام

☆ اپنے پاس سے کچھ نہ کچھ دینا، جیسے مالی امداد، کپڑے، کھانا یا اور کوئی چیز دے کر اسے خوش کرنا۔

☆ انہیں کسی صاحب حیثیت کے پاس لے جانا اور اس کی سفارش کرنا۔

☆ کسی کو روزگار سے لگانا یا روزگار کی جگہ اسے لے جانا۔

☆ اچھا اور مناسب حال قابل عمل مشورہ دینا۔

☆ محکمہ زکوٰۃ، عشر یا بیت المال کے دفتر میں اس کا نام درج کرانا اور اس کے لئے وظیفے کا لینا۔

☆ ضروریات زندگی جیسے بجلی، پانی، گیس یا ایندھن کی فراہمی میں مدد کرنا، ان اشیا کے بلوں کی ادائیگی غلط بل درست کرانا۔

☆ ان کے بچوں کی تعلیم کا بندوبست کرنا، تعلیم گاہ میں داخل کرانا، فیس ادا کرنا، تعلیمی ضروریات لے کر دینا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ بخاری: ج۵،ص۲۲۴۱ رقم:۵۶۷۲۔ مسلم: ج۲،ص۶۹۹، رقم:۱۰۰۸
۲۔ مسلم: ج۱،ص۲۰۴، رقم ۲۲۳
۳۔ بخاری: ج۲،ص۷۳۰، رقم ۱۹۶۶ء
۴۔ بخاری: ج۳،ص۱۰۹۰، رقم ۲۸۲۷
۵۔ الشوریٰ: ۱۵
۶۔ مسلم، باب استحباب طلاقۃ الوجہ
۷۔ مسلم، فضل ازالۃ الاذی عن الطریق، رقم: ۶۶۶۹ تا ۶۶۷۱
۸۔ الحجرات: ۱۳
۹۔ ہیثمی/مجمع الزوائد: ج۸،ص۱۹۱
۱۰۔ المعجم الکبیر: ج۱۲،ص۳۵۷
۱۱۔ بحوالہ سابق
۱۲۔ شعب الایمان: ج۶،ص۱۲۳، رقم ۷۶۷۸
۱۳۔ رواہ حارث بن ابی امامہ
۱۴۔ مسلم: ج۴،ص۲۰۷۴، رقم ۲۶۹۹
۱۵۔ المنذری/اربعون حدیثاً من اصطناع المعروف
۱۶۔ حاکم/المستدرک: ج۱،ص۷۳، رقم ۵۹
۱۷۔ ابوداؤد: ج۴،ص۲۶۳، رقم ۴۷۷۵
۱۸۔ بخاری: ج۱،ص۳۰، رقم ۵۶
۱۹۔ بخاری: ج۲،ص۹۶۸، رقم ۲۵۲۵
۲۰۔ حم السجدہ: ۴۶
۲۱۔ مسلم: ج۴،ص۲۰۷۴، رقم ۲۶۹۹
۲۲۔ المائدہ: ۲
۲۳۔ ابوبکر فرائطی/مکارم الاخلاق
۲۴۔ مسلم: ج۴،ص۱۹۹۹، رقم ۲۵۸۵
۲۵۔ بخاری: ج۵،ص۲۳۱۸، رقم ۵۹۶۵

۲۶۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۶
۲۷۔ بخاری/ کتاب الصلح: رقم ۲۶۹۰
۲۸۔ الحجرات: ۹، ۱۰
۲۹۔ البقرہ: ۲۲۵
۳۰۔ کتاب الصلح / رقم ۹۲۲۶
۳۱۔ منہاج الصالحین، ص ۴۱۹
۳۲۔ ترمذی: ج ۵، ص ۴۱، رقم ۲۶۷۰
۳۳۔ النساء: ۸۵
۳۴۔ بخاری، کتاب الزکاۃ، رقم: ۱۴۳۴
۳۵۔ ابوداؤد
۳۶۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۳۱۵، رقم ۱۶۸۸
۳۷۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۳۸۴، رقم ۱۶۶۲
۳۸۔ بخاری/ کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاہلیۃ
۳۹۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۳۸۴، رقم ۱۶۶۳
۴۰۔ ابن ماجہ
۴۱۔ صحیح البخاری، باب الادب وحسن الخلق السخاء
۴۲۔ ترمذی، باب الفتن
۴۳۔ مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی
۴۴۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۳۳۳، رقم ۵۱۲۸
۴۵۔ ابوداؤد، کتاب العلم، باب التوقی فی الفتیا
۴۶۔ بخاری، کتاب العتق، باب ای الرقاب افضل۔ مسلم، کتاب الایمان
۴۷۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۹
۴۸۔ مسلم: ج ۴، ص ۱۹۹۰، رقم ۲۵۶۹
۴۹۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۰۵۵، رقم ۵۰۵۸
۵۰۔ بخاری، کتاب الجنائز
۵۱۔ بخاری، کتاب الجنائز
۵۲۔ ترمذی: ج ۴، ص ۳۲۲۔ رقم ۱۹۲۰
۵۳۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۱۲۰، رقم ۱۶۴۱

۵۴۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اجر المرأۃ۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، اجر الخازن

۵۵۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب اجر الخازن

۵۶۔ بیہقی / السنن الکبریٰ: ج۶ ص ۳۳۱، رقم ۱۲۶۸۴

۵۷۔ ابوداؤد: ج۴ ص ۲۶۱، رقم ۴۸۴۳

۵۸۔ مسلم: ج۱ ص ۳۴۱، رقم ۴۶۷

۵۹۔ المعجم الکبیر: ج۱ ص ۳۰۴

۶۰۔ البقرہ: ۲۷۹

۶۱۔ متفق علیہ

۶۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج۱ ص ۳۳۵

۶۳۔ مسلم: ج۳ ص ۲۴ ص ۱۶۰۰

۶۴۔ الدارقطنی: ج۳ ص ۴۶

۶۵۔ بخاری کتاب الادب باب من یسط لہ فی الرزق

۶۶۔ بخاری کتاب الادب، باب صلۃ الرحم

۶۷۔ الطبرانی

۶۸۔ مسلم: ج۱ ص ۳۴۱، رقم ۴۶۷

۶۹۔ الترمذی: ج۴ ص ۳۷۲، رقم ۲۰۲۲

۷۰۔ ترمذی: ج۴ ص ۳۳۹، رقم ۱۹۵۶

۷۱۔ ابوداؤد

۷۲۔ بخاری، کتاب النفقات

۷۳۔ الضحیٰ: ۱۰

۷۴۔ سنن نسائی، کتاب الادب، باب رد السائل

۷۵۔ ترمذی: ج۴ ص ۵۷۷، رقم ۲۳۵۲

السّیّد کمپوزر

عربی، اردو، انگلش کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ

مناسب قیمت پر معیاری مشینی کتابت کے لئے

سید قادر معین (بابر)

رابطہ کیجئے

R10, 5-C3 North Karachi, Karachi. Cell: 0300-2093965